تقلید یا اتباعِ سنت

تالیف

علامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا محفوظ الرحمن فیضی حفظہ اللہ

مکتبۃ الفہیم مئو ناتھ بھنجن

Www.IslamicBooks.Website

اضافہ شدہ

تقلید یا اتباع سنت؟

(ائمہ اربعہؒ کا موقف)

تحریر

علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ

ترجمہ

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی

شیخ الجامعہ جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو

تقدیم

مولانا ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

صدر جامعہ سلفیہ بنارس

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

Www.IslamicBooks.Website

© جملہ حقوق محفوظ ھیں

نام کتاب: تقلید یا اتباع سنت؟ (ائمہ اربعہ کا موقف)
تحریر: علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ
ترجمہ: مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی
تقدیم: مولانا ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری
سن اشاعت: جون ۲۰۰۸ء
تعداد اشاعت: ایک ہزار ایک سو
طابع وناشر: مکتبۃ الفہیم مؤناتھ بھنجن
صفحات: 80
قیمت:

بالاھتمام

شفیق الرحمن ،عزیز الرحمن

مکتبۃ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی
Maktaba Al- Faheem
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road
Sadar Chowk Mau Nath Bhanjan(U.P)
Phone: 0547-2222013(S) Mob. No. 9236761926 / 9889123129

Www.IslamicBooks.Website

فہرست

نمبر شمارہ	عناوین	صفحہ
۱	حرف ناشر	۶
۲	مقدمہ	۸
۳	مقدمہ مترجم	۱۳
۴	تقلید کی تعریف	۱۳
۵	کیا تقلید شخصی کا قرآن وحدیث سے ثبوت ہے؟	۱۶
۶	صحابہؓ وتابعینؒ کا طرزِ عمل	۱۸
۷	دورِ تقلید سے پہلے	۱۹
۸	ائمہ اربعہؒ کا طرزِ عمل	۲۰
۹	نتیجہ ومطلوب	۲۱
۱۰	اصل کتاب	۲۴
۱۱	اقوال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۵
۱۲	اقوال امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۳۰
۱۳	اقوال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۳۲
۱۴	اقوال امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	۳۸

Www.IslamicBooks.Website

۱۵	حدیثِ رسول کی اتباع کرنے میں کسی کی پرواہ نہ کرنا	۴۱
۱۶	سنّت کی اتباع میں ائمہ کے اقوال کو ان کے متّبعین کا ترک کر دینا	۴۴
۱۷	شکوک وشبہات اور ان کے جوابات	۴۷
۱۸	پہلا شبہ	۴۷
۱۹	پہلا جواب إِخْتِلَافِ أُمَّتِیْ رَحْمَةٌ حدیث نہیں ہے	۴۸
۲۰	دوسرا جواب اختلافِ امت رحمت نہیں زحمت ہے	۵۰
۲۱	دوسرا شبہ	۵۱
۲۲	جواب	۵۱
۲۳	صحابہ کرامؓ اور مقلدین کے اختلاف میں پہلا فرق	۵۱
۲۴	حق واحد ہے اس میں تعدّد نہیں	۵۳
۲۵	امام شافعیؒ کے تلمیذِ خاص امام مزنیؒ فرماتے ہیں	۵۴
۲۶	امام مالکؒ کا ''موطا'' کو سرکاری قانون بنانے سے منع کرنا	۵۵
۲۷	صحابہ اور مقلدین کے اختلاف میں دوسرا فرق	۵۷
۲۸	تقلید پر اصرار کا ایک انتہائی مضر پہلو	۶۰
۲۹	تیسرا شبہ	۶۲
۳۰	جواب	۶۲
۳۱	طالبِ حق متّبعِ سنّت کے اوصاف	۶۳
۳۲	چوتھا شبہ	۶۴

Www.IslamicBooks.Website

۳۳	جواب	۶۵
۳۴	تقلیدِ جامد پر اصرار سے نبی ﷺ کی تنقیص لازم آتی ہے	۶۷
۳۵	فیصلہ کن جواب	۶۸
۳۶	اضافہ از مترجم	۶۹
۳۷	پانچواں شبہ	۶۹
۳۸	پہلا جواب	۷۰
۳۹	دوسرا جواب	۷۲
۴۰	چھٹا شبہ	۷۳
۴۱	جواب	۷۴
۴۲	لفظِ تقلید کی تحقیق	۷۴
۴۳	قبولِ روایت تقلید نہیں ہے	۷۵
۴۴	اہلِ حدیث کسی کے مقلد نہیں	۷۷
۴۵	مقلد کو اپنے ہی امام کے عندیہ اور مذہب کی تلاش رہتی ہے	۷۸
۴۶	حق دائر ہے	۷۸
۴۷	مولانا تھانوی کی ایک حقیقت پسندانہ تحریر	۸۰

Www.IslamicBooks.Website

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف ناشر

حامداً و مصلیاً و مسلماً، اما بعد!

اتباع وتقلید میں فرق ہے یا دونوں ایک ہیں، ممتاز حنفی عالم مولانا سرفراز خاں صفدر فرماتے ہیں:

''یہ طے شدہ بات ہے کہ اقتداء واتباع اور چیز ہے اور تقلید اور ہے'' (راہ سنت ص ۳۵)

اور مولانا غلام رسول سعیدی حنفی نے لکھا ہے:

''تقلید کے معنی ہیں دلائل سے قطع نظر کر کے کسی امام کے قول پر عمل کرنا، اور اتباع سے یہ مراد ہے کہ کسی امام کے قول کو کتاب وسنت کے موافق پا کر اور دلائل شرعیہ سے ثابت جان کر اس قول کو اختیار کرنا۔'' (شرح صحیح مسلم ص ۶۳ ج ۵)

زیر نظر کتاب میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے منقولہ اقوال وتصریحات سے معلوم ہوگا کہ ائمۂ کرام نے اتباع کا حکم دیا ہے، اور تقلید سے منع فرمایا ہے، اسی طرح کتاب میں متعدد علماء کرام علامہ ابن الہمام، علامہ محب اللہ بہاری، ملا علی قاری، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ کی یہ تصریحات پیش کی گئی ہیں کہ تقلید شخصی کا وجوب والتزام کسی شرعی یا عقلی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔

تقلید شخصی کے زمانۂ ظہور وشیوع سے متعلق مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا جائزہ وتبصرہ پیش کیا گیا ہے، مولانا تحریر فرماتے ہیں: ''تاریخ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پیشتر (یعنی صحابہ، تابعین، اتباع تابعین و مابعد کے عہد میں) کسی ایک امام یا کسی ایک فقہی مذہب کی تقلید کا رواج نہیں تھا، .....لوگ ضروریات کے مطابق کسی معتبر عالم سے مسئلہ دریافت کر لیتے تھے اور عمل کرتے تھے، چوتھی صدی ہجری میں بھی کسی ایک مذہب کی تقلید خالص کا دستور عام نہیں تھا، بلکہ چوتھی صدی کے بعد بھی جس میں تقلید شخصی اختیار کی گئی عرصہ تک اس میں وہ تعیین والتزام اور تقلید شخصی کی وہ پابندی پیدا نہیں ہوئی تھی جو بعد کی

Www.IslamicBooks.Website

صدیوں میں نظر آتی ہے، لیکن رفتہ رفتہ تعیین والتزام اور تقلید شخصی کو اختیار کیا گیا، لیکن اس کی حیثیت بھی تشریعی نہیں بلکہ انتظامی تھی۔'' (تاریخ دعوت وعزیمت جلد۲)

پھر بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ تقلید شخصی میں اس کے غیر تشریعی ہونے کے باوجود کس درجہ غلو وافراط اور جمود پیدا ہوگیا اور بڑھتا گیا مولانا نے اس پر روشنی ڈالی ہے، لیکن آپ اسے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں پڑھئے جس میں موصوف نے اس بارے میں اپنا علم ومشاہدہ اور جائزہ پیش کیا ہے، مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے ان کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا، بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے، خواہ کتنی ہی بعید ہو، اور خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو، بلکہ مجتہد (امام صاحب) کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کچھ بھی نہ ہو، بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو، نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں، دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد (قولِ امام) کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کرلیں۔'' (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۳۱)

پیروان مذاہب اگر اس طرح کی بیجا عصبیت اور غلو وافراط سے جس سے کہ ائمہ متبوعین نے بھی سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، اوپر اٹھ سکیں اور توسع سے کام لیں تو بہت سے مختلف فیہ مسائل میں توافق کی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے ہمارا مقصد یہی ہے کہ اس بارے میں بالخصوص ائمہ اربعہ کے نقطہ نظر اور ان کے موقف کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے اور اس بارے میں جو شکوک وشبہات ہوں ان کے ازالہ کی کوشش کی جائے۔

ہم استاذ محترم مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی حفظہ اللہ کے تہ دل سے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کو جو پہلی بار ۱۴۰۲ھ میں جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہوئی تھی، نظر ثانی اور اضافہ کے بعد ادارہ مکتبہ الفہیم، مئو کو اشاعت کے لئے عنایت فرمایا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اشاعت ہذا کو مقبول اور مفید بنائے۔ آمین

ناشر

Www.IslamicBooks.Website

مقدّمہ

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جن باتوں کی تعلیم دی ہے ان میں باہمی اتحاد و اتفاق کو خاص اہمیت حاصل ہے، قرآن کریم اور حدیث شریف میں مختلف اسلوب سے اتحاد کی منفعت کو واضح کیا گیا ہے اور اختلاف و افتراق کی مذمت کی گئی ہے، گذشتہ اقوام کی تاریخ ذکر کر کے بھی اس حقیقت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ صفحۂ ہستی پر باوقار اور با اقبال زندگی کے نقوش ثبت کرنے کے لیے قوم کا متحد و متفق ہونا ضروری ہے، اگر کسی دور میں ایسی شخصیت موجود نہ ہو جس کی قیادت پر لوگ مطمئن ہو سکیں تو بھی یہ حکم ہے کہ ادنیٰ شخص ہی کو قائد و رہنما بنا کر اس کے گرد لوگ جمع ہو جائیں اور اجتماعی زندگی بسر کریں۔

مگر افسوس ہے کہ اسلام کی اس واضح تعلیم کے باوجود امت میں نفرت و اختلاف کے جراثیم سرایت کر گئے اور إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں) کے پیغام کی حامل یہ قوم مختلف فرقوں اور ٹولیوں میں بٹ گئی اور ہر فرقہ نے اپنے اپنے انفرادی وجود کو برقرار رکھنے کے لئے پوری کوشش صرف کی، اختلاف کا یہ مرض جب امت کے جسمِ مطہّر کو لاحق ہوا تو پھر اس کے ضمن میں دوسرے بہت سے امراض بھی چلے آئے اور مسلمانوں کی زندگی میں قوت و پاکیزگی کا نمایاں عنصر کمزور پڑتا چلا گیا۔

Www.IslamicBooks.Website

گروہ بندی کی منطق کو جب امت نے تسلیم کرلیا تو پھر مختلف گروہوں میں صف آرائی بھی شروع ہوگئی، ایک دوسرے کو بدنام کرنے کے لیے ہر طرح کے وسائل اختیار کئے جانے لگے، بہتان طرازی وتہمت تراشی کے نمونے بھی دیکھنے میں آئے اور ان سب کے بعد باہم معرکہ آرائی کی نوبت بھی آئی۔

اختلاف کے اسباب ومحرّکات خواہ کچھ بھی بتائے جائیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ امت کے پاس کتاب وسنت کی ایسی واضح تعلیمات موجود تھیں جن سے ہر طرح کے اختلاف کو دور کر کے منتشر افراد کو ایک رشتہ میں پرویا جاسکتا تھا، جماعتِ اہلحدیث نے اسی دعوت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور امت کے اتحاد کے لیے واضح خطوط متعین کئے، گروہی عصبیت کی حدّت کو کم کرنے میں اس دعوت کا خاصا اثر ہوا اور مسلمان بڑی حد تک شخصیت پرستی کی بندش سے نجات پاگئے۔

جو لوگ گروہ بندی کو ہوا دینا چاہتے تھے انھیں جماعت کی اس دعوت سے دشمنی پیدا ہوگئی اور اپنے مفاد کے لیے انھوں نے اس جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش شروع کردی، عوام کو جماعت سے متنفر کرنے کے لیے بے جا الزامات کا سہارا لیا گیا اور بہتان تراشی کے ذریعہ جماعت کی دعوت کو بے اثر بنانے کی کوشش کی گئی، جماعت چونکہ کسی خاص امام کی تقلید کے بجائے کتاب و سنت کی اتباع کی قائل ہے اور رسول اکرم ﷺ کی احادیث کے مقابلہ میں کسی امام، عالم یا بزرگ کے قول کو واجب العمل تسلیم نہیں کرتی، اس لئے اسے اہلِ غرض کی جانب سے مختلف قسم کے الزامات وشبہات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اتباعِ کتاب وسنت کے نظریہ سے بغض رکھنے والے جماعت اور اس کی فکر کو طرح طرح سے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس سلسلہ میں سادہ لوح عوام کو ایک تصور یہ دیا جاتا ہے کہ ائمہ دین نے کتاب وسنت کے بجائے اپنی تقلید کو پسند کیا ہے اور

Www.IslamicBooks.Website

اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے، یہ تصوّر جس طرح قرآن وحدیث کے صریح احکام اور اسلام کی روح کے مخالف ہے اسی طرح تاریخ وواقعہ کے بھی خلاف ہے، جو لوگ اسے رائج کرنا چاہتے ہیں وہ تلبیس سے کام لے رہے ہیں، ائمہ دین سے متعلق یہ سوچنا کہ وہ کتاب وسنت کی پیروی کے بجائے امت کو تقلید کا حکم دینگے یا رسولِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مقابلہ میں ان کے سامنے کوئی اور نمونہ رکھیں گے..... خود ان ائمہ اور پھر تاریخ پر کھلی زیادتی ہے، ہمارے اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کافی ہوگا۔

جماعتِ اہلحدیث پر دوسرا الزام یہ عائد کیا جاتا ہے کہ یہ جماعت ائمہ اربعہ کی مخالف اور بزرگانِ دین کی دشمن ہے اور ان کے مرتبہ کا احترام نہیں کرتی، جن لوگوں نے اس الزام کو پھیلایا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جماعتِ اہلحدیث نہ تو ائمہ اربعہ کی علمی عظمت وجلالت کی منکر ہے نہ ان کے تقویٰ اور بزرگی میں اسے کوئی شبہ ہے اور نہ ہی اولیاء وصلحاء کے احترام میں کسی طرح کی تقصیر کو وہ جائز تصوّر کرتی ہے، لیکن عوام کے دلوں میں نفرت کا بیج بونے اور لوگوں کو کتاب وسنت کی تعلیمات سے دور رکھ کر اپنا مقصد حاصل کرنے اور جماعت کے واضح نصب العین سے طالبانِ حق کو دور کرنے کے لئے اس طرح کی الزام تراشی کا سہارا لیا جاتا ہے اور جماعت کو بدنام کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

افتراء پردازی والزام تراشی کی یہ مہم صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے حصّوں میں بھی جاری رہی اور ہر جگہ حق پسندوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جماعت سے عوام کو بدگمان اور متنفر کرنے کے لئے الزام تراشی کا یہ سلسلہ زیادہ تر زبانی اور سینہ بسینہ چلتا رہا کیونکہ تحریر کی صورت میں رسوائی کا اندیشہ تھا، لیکن ہم نے ایسے ''جرأت مند'' بھی دیکھے ہیں جو عام جلسوں میں اس طرح کے الزامات کو بلا ثبوت دہراتے ہوئے لوگوں کو یہ تلقین کرتے ہیں کہ اس جماعت سے دور رہیں۔

Www.IslamicBooks.Website

اللہ کا شکر ہے کہ علمی ترقی کے اِس دور میں جہاں بہت سی غلط فہمیاں دور ہوئیں اور عوام کو یہ موقع ملا کہ مختلف جماعتوں کے حقیقی چہروں کو ماضی کی روشنی میں دیکھ سکیں، وہیں یہ بھی ہوا کہ بعض مخلص وحق پرست علماء نے اس موضوع کو اپنے مقالات اور تصنیفات کے ذریعہ واضح کیا اور مدلّل طور پر ثابت کیا کہ جماعتِ اہلحدیث نہ تو ائمہ کی توہین کرتی ہے نہ ان کے تقویٰ اور بزرگی کی منکر ہے، نہ ائمہؒ نے کتاب وسنّت کو چھوڑ کر تقلید کی دعوت دی ہے، جماعت کا کہنا صرف یہ ہے کہ اگر کسی بھی مسئلہ میں حدیثِ رسول ﷺ موجود ہے تو پھر ہمیں کسی اُمتی کے قول وعمل کو اہمیت دینے کی کوئی ضرورت نہیں، اور ائمہ دین نے کبھی بھی کتاب وسنّت کے مقابلہ میں اپنی تقلید کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ یہ صراحت کی ہے کہ جو کچھ صحیح احادیث سے ثابت ہے وہی ان کا مذہب ہے، اس سلسلہ میں سب سے اہم کارنامہ علاّمہ ثناء اللہ امرتسریؒ کی کتاب ''اہلحدیث کا مذہب'' ہے، اس میں علاّمہ مرحوم نے ان تمام مسائل کو جمع کیا ہے جن میں اہلحدیث جماعت کو طعنہ دیا جاتا ہے، اور پھر دلائل کے ذریعہ جماعت کے نقطۂ نظر کو واضح کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اہلِ حدیث کے رویہ میں نہ تو کسی طرح کی گستاخی ہے نہ توہین۔

جدید دور کے علماء میں محدّثِ شام علاّمہ محمد ناصر الدّین البانی نے اپنی کتاب ''صفة صلاة النبی ﷺ'' کے مقدّمہ میں انتہائی مدلّل ودلنشیں انداز میں کتاب وسنّت کی غیر مشروط پیروی کے وجوب سے متعلق ائمہ اربعہؒ کے نقطۂ نظر کو واضح کیا ہے، اور بتایا ہے کہ کس طرح ان ائمہ نے تقلید وشخصیت پرستی سے روکا ہے اور یہ تلقین کی ہے کہ کتاب وسنّت کے ہوتے ہوئے ان کے یا کسی بھی اُمتی کے قول کو کوئی اہمیت نہ دی جائے، اس کے علاوہ مصر کے فاضل نوجوان شیخ عبدالرحمٰن عبد الخالق نے ایک پرمغز رسالہ لکھا ہے جس میں موصوف نے ایسے تمام مسائل کو تو ذکر نہیں کیا ہے جن میں اہلحدیث جماعت کو طعنہ دیا جاتا ہے لیکن اجتہاد کے موضوع پر اچھی روشنی ڈالی ہے، اور بتایا ہے

Www.IslamicBooks.Website

کہ اجتہاد کی ضرورت کب پیش آتی ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؟ اس دور میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے یا کھلا؟ پھر موصوف نے یہ بتایا ہے کہ جماعتِ اہلحدیث ائمۂ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کی قائل نہیں تو اس کے کیا معنی ہیں؟ اور کیا یہ جماعت ائمہ اربعہ کی منزلت شناس ہے یا ان کے حق میں گستاخ؟

زیرِ نظر کتاب میں ہم علامہ البانی کے مقدمہ اور شیخ عبدالرحمٰن کے رسالہ کا اردو ترجمہ قارئین کرام کے سامنے پیش کر رہے ہیں، تاکہ حق پسندوں کو صحیح صورتِ حال کا علم ہو جائے اور وہ دین کے سلسلہ میں کسی طرح کی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، علامہ البانی کے مقدمہ کا اردو ترجمہ جامعہ فیضِ عام کے لائق استاذ مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، نے اور شیخ عبدالرحمٰن کے رسالہ کا ترجمہ ادارۃ البحوث الاسلامیہ کے رفیق عزیزی مولوی عبدالوہاب حجازی نے کیا ہے، جنہیں اس طرح کے موضوعات سے دلچسپی اور جدید عربی اسلوب کا ستھرا ذوق ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلفین اور مترجمین کو جزائے خیر دے اور اس تحریر سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مقتدیٰ حسن ازہری

جامعہ سلفیہ بنارس ۲۲ر صفر ۱۴۰۳ھ

Www.IslamicBooks.Website

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدّمہ مُترجم

یہ رسالہ محدّث العصر علاّمہ محمد ناصر الدّین البانی حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''صفة صلوٰة النّبی ﷺ'' کے مقدّمہ کے ایک حصّہ کا ترجمہ ہے، جس میں اوّلاً ائمۂ اربعہ کے ان اقوال کو بیان کیا گیا ہے جن میں انھوں نے سنّت کی اتباع کرنے اور اپنے خلافِ سنّت اقوال کو ترک کر دینے اور تقلید نہ کرنے کی تاکید کی ہے، بعد ازاں شکوک وشبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

موضوع کی مناسبت سے مذکورہ حصّہ کا ترجمہ پیش کرنے سے پہلے تقلید کی تعریف وتوضیح اور مختصر تاریخ بیان کر دینی مناسب اور مفید معلوم ہوتی ہے۔

تقلید کی تعریف:

فقہاء نے تقلید کی تعریف یہ بیان کی ہے: "اَلتَّقْلِیْدُ اَلْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَیْرِ مِنْ غَیْرِ حُجَّةٍ" تقلید یہ ہے کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کی بات پر بلا دلیل عمل کیا جائے (مسلّم الثّبوت) "اَلتَّقْلِیْدُ أَخْذُ الْقَوْلِ مِنْ غَیْرِ مَعْرِفَةِ دَلِیْلِهٖ" تقلید یہ ہے کہ کسی کی بات کو اسکی دلیل جانے بغیر

Www.IslamicBooks.Website

قبول کرلیا جائے۔ (جمع الجوامع)

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے لفظوں میں اس کی تشریح یہ ہے:

"تقلید کہتے ہیں کسی (غیر نبی) کا قول محض اس حسنِ ظن پر مان لینا کہ وہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا (کہ کتاب وسنت سے اس کے قول کی دلیل کیا ہے....ف) (الإقتصاد ص ۱۷)

اس لئے تقلیدِ شخصی کی تعریف یہ ہوئی کہ "ہر مسئلہ میں کسی ایک معیّن امام کے قول کو لینا اور اسی پر عمل کرنا، قطع نظر از یں کہ اس کی دلیل کیا ہے؟

بنا بریں "کسی کا قول اس کی دلیل معلوم کر کے لینا تقلید نہیں ہے" (جمع الجوامع لإبن السُّبکی ج۲ ص ۴۱۰) اسی طرح قول کے ساتھ دلیل بھی پڑھ لینا اور معلوم کرنا اور اس پر عمل کرنا تقلید نہیں ہے، چنانچہ مولانا مرتضیٰ دیوبندی فرماتے ہیں: "جس مسئلہ کی دلیل پڑھتا جائیگا اسی مسئلہ میں بجائے مقلّد کے غیر مقلّد ہوتا جائیگا، مقلّد جب تک مقلّد ہے اسے دلیل کا علم نہ ہوگا۔ (۱) "العدل" شمارہ نمبر ۰ ۷، رجون ۱۹۲۷ (۲)

---

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ وہ اہلِ علم جو تفسیر وحدیث، فقہ، اصولِ فقہ وغیرہ علوم سمجھ کر پڑھتے پڑھاتے ہیں مقلّد نہیں بلکہ غیر مقلّد ہیں، کیونکہ ان علوم کے پڑھنے سے مسائل بھی معلوم ہوتے ہیں اور ان کے دلائل کا بھی علم ہوتا جاتا ہے، فقہ کی تو تعریف ہی یہ کی گئی ہے: "اَلْعِلْمُ بِالْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ عَنْ اَدِلَّتِهَا التَّفْصِيْلِيَّةِ" (مسلّم الثبوت وغیرہ) یعنی فقہ وہ علم ہے جس کے پڑھنے سے شرعی احکام کی معرفت دلیلوں کے ساتھ حاصل ہو، اور اصولِ فقہ کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے: "علمِ اصولِ فقہ ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کی مدد سے علی وجہ التحقیق فقہ حاصل ہوسکے" (التوضیح) اور اس علم کا فائدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا جاننے والا صحیح طور سے مسائل استنباط کرسکے۔

(۲) منقول از: "تنقیدِ تقلید" (ص ۹) مولفہ مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ۔

اور تقلیدِ شخصی (اہلِ تقلید کے نزدیک) چونکہ واجب ہے اس لئے ایک مسلمان کے لئے گویا یہ ضروری ہے کہ وہ ہر مسئلہ میں کسی ایک معیّن امام کی طرف جس کے مذہب کا اس نے التزام کیا ہے رجوع کرے، اسی کے قول پر بہر حال عمل کرے، اور اس کے مأخذ و دلیل کی تحقیق نہ کرے (کہ آیا کتاب وسنّت سے اس کی دلیل کیا ہے) (۱) کیونکہ اس کے امام کا قول ہی اس کے لئے دلیل ہے، چنانچہ ''مسلّم الثبوت'' وغیرہ میں لکھا ہے: ''اَمَّا الْمُقَلِّدُ فَمُسْتَنَدُهُ قَوْلُ اِمَامِهٖ'' یعنی مقلّد کی دلیل اس کے امام کا قول ہے، اور ''توضیح تلویح'' میں ہے کہ: ''مقلّد یوں کہے گا کہ یہ حکم میرے نزدیک صحیح ہے کیونکہ میرے امام کی یہی رائے ہے''۔

اس تحقیق کے بعد اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس سلسلہ میں ہمیں قرآن وحدیث صحابہ وتابعین اور خود ائمہ متبوعین سے کیا رہنمائی ملتی ہے، آیا وہ اِس قسم کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں یا نہیں؟

ہم چاہتے ہیں کہ اس بات کی بھی وضاحت اُن علماء ومشائخ کی تصریحات کی روشنی میں کی جائے جو خود اہل تقلید سے تعلّق رکھتے ہیں یا اس سے وابستہ سمجھے جاتے ہیں۔

کتاب وسنّت میں ایسی نصوص تو بکثرت ہیں جن میں بہ صراحت وتاکید یہ حکم دیا گیا ہے کہ ایک مومن کے ذمہ سب سے پہلے منجانب اللہ جو فرض عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کرے اور زندگی کے ہر معاملہ میں قرآن وحدیث سے رہنمائی طلب کرے، اور جو کچھ احکام وہاں سے مل جائیں ان کی بلا چون و چرا اطاعت کرے، ان کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا حکم قابلِ عمل نہ سمجھے خواہ یہ حکم کسی کا ہو، اس مضمون کی آیات واحادیث بہت مشہور ہیں ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔

---

(۱) مسئلہ تو پوچھے لیکن اس پر عمل کرنے کے لئے اس کی دلیل نہ پوچھے ورنہ ایک امرِ واجب (تقلید) کا ترک لازم آئیگا۔

Www.IslamicBooks.Website

کیا تقلیدِ شخصی کا قرآن وحدیث سے ثبوت ہے؟

لیکن کیا قرآن وحدیث میں ایسی بھی کوئی نص ہے جس میں تقلیدِ شخصی اور مذہبِ معیّن کے التزام کو واجب قرار دیا گیا ہو؟ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خواہ عامی ہو یا عالم (کہ جس کے اندر کتاب وسنّت سے براہِ راست مسائل واحکام معلوم کر لینے کی اہلیت اور تحقیقِ مسائل کی قدرت ہے) ہر ایک کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام شرعی معاملات ومسائل میں فلاں امام یا ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک معیّن امام کی طرف ہمیشہ رجوع کرے اور وہاں سے جو فتویٰ اور رہنمائی ملے اسی پر بہر حال عمل کرے قطعِ نظر ازیں کہ کتاب وسنّت سے اس کی دلیل کیا ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے بطورِ نمونہ چند علماءِ محققین کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

علاّمہ عابد سندھیؒ نے ''طوالع الأنوار'' حاشیۃ درِّ مختار میں شیخ ابوالمعالی سندھیؒ سے نقل کیا ہے کہ: ''مجتہدِ معیّن کی تقلیدِ شخصی کے وجوب کی کوئی دلیل نہیں ہے نہ عقلی نہ شرعی، جیسا کہ امام ابن الہمام حنفیؒ نے ''فتح القدیر شرح الهداية'' اور ''تحرير الأصول'' میں ذکر کیا ہے، اسی طرح شیخ ابنِ عبدالسلامؒ نے ''منتهىٰ الأصول'' میں اور محقق عضدالدین شافعیؒ نے بھی اس کی تصریح کی ہے: ''کہ تقلیدِ شخصی واجب نہیں ہے'' اور ابن امیر الحاج حنفیؒ نے ''التحبير شرح التحرير'' میں بیان کیا ہے کہ: ''قرونِ سابقہ کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ قاضی اور مفتی کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ ایک مجتہدِ معیّن کی تقلید کرے کہ ہر مسئلہ میں اسی کے قول پر فتویٰ دے'' (''معيار الحق'' ص ۷۰ مؤلفہ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ)۔

امام ابن الہمامؒ اور علاّمہ محب اللہ بہاریؒ: مسلّم الثبوت میں ہے کہ ''اگر کوئی شخص مذہبِ معیّن کا التزام کرے (خواہ وہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہو یا کسی دوسرے کا) تو آیا اس پر ہمیشہ قائم رہنا بھی واجب ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، کیونکہ واجب وہی چیز ہوتی ہے جو

Www.IslamicBooks.Website

اللہ نے واجب کی ہو اور اللہ نے کسی شخص پر یہ واجب نہیں کیا ہے کہ وہ کسی امام کے مذہب کا التزام کرے، ابن الہمامؒ نے ''التحریر'' میں لکھا ہے کہ: ''میرا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ التزام لازم نہیں ہے، کیونکہ التزام کے لئے کوئی شرعی دلیل نہیں ہے''۔ (''فواتح الرّحموت'' ص ۶۲۸/۶۲۹)

علامہ ابن امیر الحاج نے بھی ''شرح التحریر'' میں یہی لکھا ہے کہ: ''ایک مذہب کا التزام سمعی دلیل (یعنی قرآن وحدیث) سے ثابت نہیں ہے .....اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کسی پر یہ واجب نہیں کیا ہے کہ وہ ایک امام کے مذہب کا التزام کرے اور ہر مسئلہ میں اسی کی تقلید کرے''۔ (معیار الحق ص ۶۰/۶۱)

مولانا عبد العلی بحر العلوم لکھنویؒ ''فواتح الرّحموت شرح مسلّم الثبوت'' میں فرماتے ہیں: ''حق یہی ہے کہ مذہبِ معیّن کا التزام لازم نہیں ہے، اس کو لازم کہنا نئی شریعت قائم کرنا ہے، مذہبِ واحد کی اتباع (یعنی تقلیدِ شخصی کے التزام) کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے'' (ص ۶۲۹)

اور ''شرح التحریر'' میں فرماتے ہیں: ''شارع کی طرف سے فقط اس بات کا مکلّف بنایا گیا ہے کہ لاعلی التعیین (متعیّن کئے بغیر) کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے، اور ایک مجتہد کے فتوے کی عمل کے لئے تخصیص کر لینا (یعنی تقلیدِ شخصی) بلا دلیل چیز ہے، جو التفات کے قابل نہیں، بلکہ وہ بغیر کسی حجت کے شریعت کے حکم کو بدل دینا ہے اور اللہ کی رحمت کو تنگ کر دینا ہے''۔ (معیار الحق ص ۷۱)

شاہ ولی اللہ صاحبؒ ''القول السدید'' میں اور ملا علی قاریؒ ''شرح عین العلم'' میں فرماتے ہیں کہ: ''اللہ نے کسی کو اس بات کا مکلّف نہیں بنایا ہے کہ (ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک امام کی تقلید اختیار کر کے) حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی بنے''۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ''بلکہ اللہ نے اس بات کا مکلّف بنایا ہے کہ اگر اہلِ علم ہوں تو خود سنّت پر عمل کریں اور اگر بے علم ہوں تو اہلِ علم سے دریافت کر لیں''۔ (ایضاً ص ۵۳)

Www.IslamicBooks.Website

اسی طرح اور بھی بہت سے علماءِ محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ معین مذہبِ فقہی کا التزام واجب اور ضروری نہیں ہے نہ اس کی پیروی دائماً لازم رہتی ہے، تفصیل کے لئے ''معیار الحق'' کا مطالعہ کیجئے۔

یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ: ''مذہبِ فقہی اسی کا ہو سکتا ہے جس کو کچھ نظر و استدلال یعنی دلیل و احکام کی معرفت اور مذاہب ائمہ کی پوری واقفیت ہو، یا اس نے اس مذہب کے فروع میں کوئی کتاب پڑھی ہو اور اپنے امام کے فتاویٰ اور اقوال کی خود معرفت رکھتا ہو، مختصر یہ کہ عالم ہو، لیکن اس کے سوا جو عامی اور بے علم ہو تو اس کا کوئی مذہب نہیں، بلکہ اس کا مذہب وہی ہے جو اس کے مفتی کا ہے، مفتی اس کو جو بتادے وہ اسی پر عمل کرے، عامی کا اپنے کو حنفی شافعی کہنا لغو بات ہے جیسے اس کا یہ کہنا کہ میں فقیہہ ہوں یا میں نجومی ہوں۔ (شامی جلد ۳ ص ۱۹۶)

علماءِ کرام کی اِن تصریحات سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث سے تقلیدِ شخصی اور اس کا وجوب ثابت نہیں ہے۔

صحابہؓ و تابعینؒ کا طرزِ عمل:

ابن الہمامؒ، شاہ ولی اللہؒ وغیرہ علماءِ کرام جن کا ذکر سطورِ بالا میں گذرا ہے ان سب نے مذکورہ اقوال کے ضمن میں اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ عہدِ صحابہؓ و تابعینؒ میں لوگ کبھی کسی مفتی سے مسئلہ پوچھتے کبھی کسی سے، ایک مفتی کا اِلتزام اور تقلیدِ شخصی پر عمل نہ تھا، مگر میں یہاں متقدمین میں سے کسی کا کلام نقل کرنے کے بجائے علماءِ عصرِ حاضر میں سے ایک ممتاز عالمِ دین اور مستند مورخ[1] یعنی مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی دامت برکاتہم کا کلام نقل کرنا زیادہ مناسب اور مفید سمجھتا ہوں،

(۱) اس کتاب کی ترتیب کے وقت مولانا حیات تھے، تاریخ وفات ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء ہے۔ رحمہ اللہ و عفا عنہ

Www.IslamicBooks.Website

موصوف اپنی مشہور تالیف ''تاریخِ دعوت وعزیمت'' حصہ دوم میں تحریر فرماتے ہیں:

دورِ تقلید سے پہلے:

''تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پیشتر (صحابہؓ، تابعینؒ اور اتباعِ تابعینؒ وغیرہ کے عہد میں) کسی ایک امام یا کسی ایک مذہبِ فقہی کی تقلید کا رواج نہیں ہوا تھا، لوگ کسی ایک عالم کی تقلید یا کسی ایک مذہب کی تعیین اور التزام کے بغیر عمل کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ شریعت پر عمل کر رہے ہیں اور براہِ راست رسول اللہ ﷺ کی پیروی کر رہے ہیں، اسی طرح سے ضرورت کے وقت کسی معتبر عالم سے مسئلہ دریافت کر لیتے تھے اور عمل کرتے تھے، چوتھی صدی میں بھی کسی ایک مذہب کی تقلیدِ خالص اور اس کے اصول وطریق پر فقہ حاصل کرنے اور فتویٰ دینے کا دستور عام نہیں تھا۔(۱)

بلکہ چوتھی صدی کے بعد بھی جس میں تقلیدِ شخصی اختیار کی گئی عرصہ تک اس میں وہ تعیین والتزام اور تقلیدِ شخصی کی وہ پابندی پیدا نہیں ہوئی تھی جو بعد کی صدیوں میں نظر آتی ہے، رفتہ رفتہ تعیین والتزام اور تقلیدِ شخصی کو اختیار کیا گیا، لیکن اس کی حیثیت بھی تشریعی نہیں بلکہ انتظامی تھی۔

لیکن رفتہ رفتہ عوام میں جہالت نے اثر کیا اور کہیں کہیں ائمہ کی حیثیت وسائط ووسائل کے بجائے مقصود اور ایک طرح سے شارع اور مُطاع کی پیدا ہوگئی، لوگوں کو ان مذاہب سے بالذّات دلچسپی اور اُن کی اِس درجہ عصبیّت پیدا ہوگئی کہ وہ کسی حال میں اُن کے ایک شوشہ یا نقطہ سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں تھے..... بہت سے علماء کی یہ حالت تھی کہ ان کو اپنے مذہب اور عمل کے خلاف کیسی ہی

---

(۱) یعنی ائمہ اربعہ میں سے بعض کے ڈیڑھ سو کسی کے دو سو کسی کے ڈھائی سو سال بعد بھی اس کی تقلید کا رواج نہیں تھا، ان میں زمانہ کے لحاظ سے پہلے امام ابوحنیفہؒ ہیں، ان کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے اور چوتھے امام احمد ابن حنبلؒ ہیں ان کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی ہے۔(مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

صحیح اور صریح احادیث ملیں وہ اس مسئلہ کو ترک کرنے اور احادیث پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور ان کی طبیعت اس کے لے منشرح نہیں ہوتی۔ (تاریخ دعوت عزیمت ج ۲ ص ۳۴۴۔۳۴۸)

تقلید کی یہ تاریخ اور اہل تقلید کا یہ طرز عمل تقلید میں حد درجہ غلو ایک نا قابل انکار حقیقت ہے اس کا اعتراف مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی کیا ہے، ملاحظہ ہو کتاب ہذا ص ۷۹

معلوم ہوا کہ خیرِ امت صحابہؓ و تابعینؒ اور اتباعِ تابعینؒ کے اُس عہد میں جس کے خیر اور بہتر ہونے کی خود آنحضرت ﷺ نے شہادت دی ہے تقلیدِ شخصی کا ثبوت اور اس پر عمل نہیں تھا۔

ائمہ اربعہؒ کا طرزِ عمل:

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے بھی لوگوں کو تقلید سے منع ہی کیا ہے، اور اس بات کی تاکید کی ہے کہ ان کے اقوال کو پرکھ کر لیا جائے، جو کتاب وسنت کے موافق ہوں انہیں قبول کیا جائے اور جو خلاف ہوں انہیں ترک کر دیا جائے، (ان کے اقوال کی تفصیل وتشریح آئندہ صفحات میں اصل رسالہ کے اندر آرہی ہے)۔

اس طرح ان ائمہ عظامؒ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء نہیں تھے، اہل سنت کا عقیدہ یہی ہے کہ "اَلْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ" مجتہد کے اقوال خطاء وصواب دونوں کا احتمال رکھتے ہیں، ــــــــ ، ان سے غلطیاں ہوسکتی ہیں اور واقع ہوئی ہیں، اسی وجہ سے وہ اپنے بہت سے اقوال سے رجوع کرتے رہے ہیں، اور ان کے تلامذہ اور ہر دور میں اور ان کے مسلک سے وابستہ علماء بھی ان کے بعض اقوال سے اختلاف کرتے اور ان کے خلاف فتویٰ دیتے رہے ہیں، خطاء سے پاک یعنی معصوم ہونا نبی ہی کی شان ہے اور کسی بشر کی یہ شان نہیں، اس لئے نبی ﷺ کے علاوہ دوسرے کسی بھی انسان کی تمام باتوں کو بہر حال واجب التسلیم قرار دینا کسی طرح معقول نہیں کہا جاسکتا۔

Www.IslamicBooks.Website

نتیجہ ومطلوب:

الغرض علماءِ کرام کی مسطورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ تقلیدِ شخصی اور مذہبِ معیّن کے التزام کے بغیر کتاب وسنّت کی اتباع کی دعوت ایک صحیح دعوت ہے، اور یہ طرزِ عمل معقول اور سلفِ صالحین کے طرزِ عمل کے عین مطابق ہے کہ ایک مسلمان اگر صاحبِ علم ہو اور اس کے اندر اہلیّت اور علمی قابلیّت ہو تو خود براہِ راست قرآن وحدیث سے احکام معلوم کرسکتا ہے (قرآن وحدیث کوئی پیچیدہ معمّہ نہیں ہیں کہ علم واہلیّت کے باوجود اب کوئی بھی اس کے صریح اور منصوص احکام کو بھی خود نہیں سمجھ سکتا، ایسا ہوتا تو اہلِ تقلید آج کیسے قرآنِ کریم کی تفسیر اور کتبِ احادیث کی شروح لکھتے) اور اگر کسی معاملہ میں قرآن وحدیث سے صاف طور پر کوئی حکم نہ ملے یا کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو علماء اور مجتہدینِ امّت (صحابہؓ وتابعینؒ، اَتباعِ تابعینؒ اور ائمہ دینؒ) کی تشریحات اور ان کے اقوال واجتہادات کی طرف رجوع کرے، پھر جس امام ومجتہد اور عالم کا قول اس کو اوفق بالکتاب والسنّۃ اور اقرب الی الصّواب معلوم ہو اسی کے مطابق عمل کرے، اور اگر خود اپنے اندر اجتہاد کی اہلیّت پاتا ہو تو شرائطِ اجتہاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے خود بھی اجتہاد کرسکتا ہے، خصوصاً ایسے جدید مسائل میں جن کے متعلق مجتہدینِ سلف سے کوئی تصریح نہیں ملتی۔

اور اگر بے علم ہو تو جیسا کہ شاہ صاحبؒ نے ''الإنصاف'' میں لکھا ہے: ''کسی اہلِ علم سے (جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ دین کا صحیح علم رکھتا ہے) یوں دریافت کرلے کہ فلاں مسئلہ میں اللہ اور رسول کا کیا حکم ہے'' قرآن میں ہے کہ: فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم بے علم ہو تو اہلِ علم سے پوچھ لو) اور یہ معلوم ہے کہ ادلّہ شرعیّہ چار ہیں: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس، ان میں اصل الاصول صرف پہلے دو ہیں، اور قیاس واجتہاد کی ضرورت صرف غیر منصوص احکام (یعنی وہ احکام جن کی قرآن وحدیث میں صراحت نہیں ہے) میں ہوتی ہے، منصوص احکام (یعنی وہ احکام جو صراحت کے ساتھ قرآن یا حدیث میں بیان کردیئے گئے ہیں) میں اس کا کوئی اعتبار نہیں اور ایک عامی بے علم جسے قرآن وحدیث کا علم ہے نہ اقوالِ ائمہؒ کا، اسے دین کا کوئی

Www.IslamicBooks.Website

مسئلہ اپنے ہم زمانہ علماء سے دریافت کرنے ہی سے معلوم ہوگا، تو ظاہر ہے معقول بات یہی ہے کہ وہ بجائے کسی امام کا قول دریافت کرنے کے اللہ اور رسول ﷺ کا قول اور ان کا حکم دریافت کرے، اور اُس عالم کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن وحدیث کا حکم مذکورہ بالا طریقہ پر سائل کو بتادے، بروقت نہ معلوم ہو تو اپنے سے اعلم سے پوچھ لے یا سائل کی اس کی طرف رہنمائی کردے، فقہی مذہب سے وابستہ علماءِ کرام بھی کوئی مسئلہ معلوم نہ ہونے یا سمجھ میں نہ آنے کی صورت میں یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔

ان توضیحات سے یہ حقیقت بھی بالبداہت معلوم ہوئی کہ عدمِ تقلید اور اجتہاد میں لزوم نہیں ہے، یعنی جو کسی امامِ معیّن کا مقلّد نہ ہو ضروری نہیں ہے کہ وہ مجتہد ہو، کیونکہ ظاہر ہے کہ دورِ تقلید سے پہلے قرونِ اولیٰ کے مسلمان کسی امام کے مقلّد نہیں تھے، لیکن سب لوگ نہ مجتہد تھے نہ سب عالم، بلکہ ان میں عالم ومجتہد اور عامی وبے علم دونوں ہی قسم کے لوگ تھے اور سب متّبعِ سنّت تھے۔

الغرض مسلکِ اہلحدیث (یعنی کسی امامِ معیّن کی تقلید اور اس کے مذہب ومسلک کی لازمی پابندی کے بغیر کتاب وسنّت کی اتباع وپیروی) کیلئے یہ لازم نہیں ہے کہ ہر فرد مجتہد یا عالم ہو، جیسے کہ امامِ معیّن کی تقلید اور اس کے مذہب کے مطابق عمل کرنے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر فردِ مقلّد کو اس مذہب کی فقہ کا علم ہو اور وہ عالم (بالفقہ) ہو، یہ بات بالکل واضح ہے، عیاں راچہ بیاں؟

ربّ العالمین سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے اور ہر معاملہ میں کتاب وسنّت کے ساتھ تمسک کرنے کی توفیق بخشے، اس رسالہ کو ناظرین کیلئے مفید اور مؤلف ومترجم اور ناشرین کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

محفوظ الرحمٰن فیضی

جامعہ فیضِ عام مئو یکم ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

Www.IslamicBooks.Website

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقلید یا اتباع سنت؟

ائمۂ اربعہ کا موقف

تقلید کی تردید اور اتّباعِ سنّت کی تاکید
ائمّۂ اربعہؒ کے اقوال سے

Www.IslamicBooks.Website

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

ائمہ کے اقوال

ائمہ اربعہ رحمھم اللہ میں سے کسی نے لوگوں کو اپنی تقلید کی دعوت نہیں دی ہے بلکہ سب نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے، اور تمسک بالکتاب والسنۃ، حق اور دلیل کی اتباع اور اپنے ان اقوال کو جو کتاب وسنت کے خلاف ہوں ترک کر دینے کی تاکید کی ہے، اس بارے میں ائمہ اربعہؒ کے بہت سے اقوال ہیں، ہم ان سب کو یا بعض کو جو ہمیں مل سکے ہیں بیان کر دینا مفید سمجھتے ہیں، شاید اس میں ان لوگوں کیلئے کچھ موعظت ونصیحت ہو جو اُن ائمہ کرامؒ بلکہ اُن سے بدرجہا کمتر لوگوں کی اندھی تقلید کرتے ہیں، (۱) اور ان کے مذاہب واقوال کے ساتھ اس طرح چمٹے رہتے ہیں گویا وہ منزّل من السماء ہیں، حالانکہ اللہ عزّ وجل کا ارشاد ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ. (الاعراف:۳)

لوگو! جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو، مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔

---

(۱) امام طحاویؒ نے اپنے قول " لَا يُقَلِّدُ اِلَّا عَصَبِيٌّ اَوْ جَاهِلٌ " (کوئی متعصب یا جاہل ہی تقلید کریگا) میں یہی اندھی تقلید مراد لی ہے، موصوف کا یہ قول ابن عابدین نے "رسم المفتی" میں نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو: "مجموعہ رسائل ابن عابدین" (ج ۱ ص ۳۲)۔

Www.IslamicBooks.Website

اقوالِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

پہلا قول:

إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ . جب کوئی صحیح حدیث ملے تو اس پر عمل کرنا ہی میرا مذہب ہے۔(۱)

---

(۱) ابن عابدینؒ نے ''ردّالمحتار حاشية درّ مختار ''(معروف بہ شامی) (۶۳/۱) اور'' رسم المفتی'' مطبوعہ ضمن ''مجموعة رسائل ابن عابدين ''(۴/۱) میں، صالح فلانیؒ نے'' إيقاظ الهمم''(ص/۶۲) میں اور دیگر علماء نے بھی امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

ابن عابدینؒ نے ابن الہمام کے شیخ ابن الشحنہ الکبیرؒ کی کتاب '' شرح الهداية '' سے یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے اور (امام صاحبؒ کے) مذہب کے خلاف ہو تو عمل حدیث پر کیا جائے گا اور یہی امام صاحبؒ کا مذہب ہوگا، اور ان کا مقلد اس حدیث پر عمل کرنے کے سبب حنفیت سے خارج نہیں ہو جائے گا کیونکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے: ''إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ'' جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے، امام ابن عبدالبر نے یہ قول امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ دیگر ائمہ سے بھی نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ان ائمہ کرام کے کمالِ علم وتقویٰ کی دلیل ہے کہ انھوں نے یہ کہہ کر اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا کہ انھیں تمام احادیث کا علم نہیں ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ بات صراحت کے ساتھ کہی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

ائمہ دین نے حدیث کے ساتھ تمسک کرنے اور اسی کو ان کا مذہب قرار دینے کی ہمیں اس لئے ہدایت کی ہے کہ ممکن ہے ان سے اس حدیث کی جو ان کو پہنچی نہیں ہے مخالفت ہو گئی ہو، رحمهم الله تعالى اجمعين۔

Www.IslamicBooks.Website

دوسرا قول:

لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَأْخُذَ بِقَوْلِنَا مَالَمْ يَعْلَمْ مِنْ أَيْنَ أَخَذْنَاهُ. کسی شخص کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ ہمارے قول پر عمل کرے جب تک کہ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ قول ہم نے کہاں سے لیا ہے۔(۱)

---

(۱) اس قول کو ابن عبدالبرؒ نے "الإنتقاء فی فضائل الأئمة الفقهاء" (ص ۱۴۵)، ابن القیمؒ نے "إعلام الموقعین" (ج ۲ ص ۳۰۹)، ابن عابدینؒ نے "حاشیة البحر الرائق" (ج ۶ ص ۲۹۳)، اور "رسم المفتی" (ص ۲۹، ۳۲)، شعرانیؒ نے "المیزان الکبریٰ" (ج ۱ ص ۵۵) بروایت ثانیہ، اور تیسری روایت عباس دوریؒ نے "التاریخ لابن معین" (۶/۷۷/۱) میں امام زفرؒ سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے، نیز اسی طرح کا قول امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں امام زفرؒ، امام ابو یوسفؒ اور عافیہ بن یزیدؒ سے بھی منقول ہے، ملاحظہ ہو "إیقاظ الهمم" (ص ۵۲)، ابن القیمؒ نے اس قول کے امام ابو یوسفؒ سے بصحت منقول ہونے کو جزم و یقین کے ساتھ بیان فرمایا ہے (ج ۲ ص ۳۴۴)، فَإِنَّنَا بَشَرٌ الخ (کیونکہ ہم بشر ہیں الخ) والی زیادتی ابن عبدالبرؒ اور ابن القیمؒ وغیرہ کے حوالہ سے "إیقاظ الهمم" کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

بہرکیف یہ ائمۂ کرامؒ ان لوگوں کے بارے میں جو ان کے قول کی دلیل سے واقف نہ ہوں (اور اُن کے قول پر فتویٰ دیں) یہ اور یہ فرما گئے ہیں، تو پھر سوچئے کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں کیا فرمائیں گے جو یہ جاننے کے باوجود کہ دلیل ائمہ کے خلاف ہے ائمہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، اور اپنے امام کی ہدایت کے برخلاف یہ کہتے ہیں کہ: "امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے اگرچہ یہ نہ معلوم ہو کہ ان کی دلیل کیا ہے"..... یہ صاحب "البحر الرائق" نے لکھا ہے اور شامی نے "رسم المفتی" میں نقل کیا ہے۔ (بحوالہ: "الإرشاد إلیٰ سبیل الرّشاد" ص ۶۵ (مترجم)۔

غور کیجئے تو یہی ایک بات اندھی تقلید کی بیخ کنی کیلئے کافی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب میں نے بعض علماءِ مقلدین کی اس بات پر گرفت کی کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے اس قول پر جس کی دلیل کا انھیں علم نہیں ہے کیوں فتویٰ دیتے ہیں؟ تو وہ مسطورہ بالا اقوال کے امام صاحبؒ کے اقوال ہونے سے ہی انکار کرنے لگے۔

Www.IslamicBooks.Website

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حَرَامٌ عَلٰی مَنْ لَمْ یَعْرِفْ دَلِیْلِیْ أَنْ یُفْتِیَ بِکَلَامِیْ. جو شخص میری دلیل نہ جانے اسے میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے۔

ایک روایت میں یہ اتنا زیادہ ہے:

فَإِنَّنَا بَشَرٌ نَقُوْلُ الْیَوْمَ بِقَوْلٍ وَنَرْجِعُ عَنْهُ غَدًا. کیونکہ ہم انسان ہیں آج ایک بات کہتے ہیں اور کل اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے شاگرد امام ابو یوسفؒ کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَیْحَکَ یَا یَعْقُوْبُ! لَا تَکْتُبْ کُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّیْ، فَإِنِّیْ قَدْ أَرٰی الرَّأْیَ الْیَوْمَ وَأَتْرُکُهُ غَدًا، وَأَرٰی الرَّأْیَ غَدًا وَأَتْرُکُهُ بَعْدَ غَدٍ. اے یعقوب (ابو یوسف)! اللہ تم پر رحم فرمائے، میں جو کچھ کہتا ہوں سب مت لکھ لیا کرو، میں آج ایک فتویٰ دیتا ہوں کل اس سے رجوع کر لیتا ہوں، کل ایک رائے اختیار کرونگا پرسوں اسے چھوڑ دونگا۔(۱)

---

(۱) اس کا باعث یہ ہے کہ بسا اوقات مجتہد قیاس کی بنا پر ایک رائے قائم کرتا ہے، مگر اس قیاس سے قوی تر قیاس سامنے آجاتا ہے یا نبی ﷺ کی کوئی حدیث مل جاتی ہے تو وہ اسے قبول کر لیتا ہے اور اپنے سابق قیاس کو ترک کر دیتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں قیاس زیادہ ہونے کا سبب: امام شعرانیؒ "المیزان الکبریٰ" (ج ۱ ص ۶۲) میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: "امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ہمارا اور ہر منصف کا اعتقاد یہ ہے کہ اگر وہ اُس عہد تک بقیدِ حیات رہے ہوتے جب کہ احادیث کی جمع و تدوین کی گئی اور اس کے لئے حفاظِ حدیث نے بلاد و امصار اور اکنافِ ممالکِ اسلام کی خاک چھانی،

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Www.IslamicBooks.Website

(پچھلے حاشیہ کا بقیہ) اور امام صاحبؒ بھی ان احادیث کو پاتے تو ضرور انہی کو حرزِ جاں بناتے اور (احادیث کے خلاف) اپنے تمام قیاس کو چھوڑ دیتے، اور ان کے مذہب میں قیاس کم ہوتا جیسا کہ دوسرے ائمہ کے مذاہب میں نسبتاً کم ہے، مگر چونکہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں دلائلِ شریعت (احادیثِ نبویہ) تابعینؒ اور اتباعِ تابعینؒ کے ساتھ شہروں اور دیہاتوں اور دور دراز علاقوں میں منتشر اور بکھری ہوئی تھیں، اور امام صاحبؒ نے طلبِ حدیث کیلئے کچھ یہاں وہاں کا سفر بھی نہیں کیا، اس وجہ سے ان کو احادیث زیادہ نہ مل سکیں، اس لئے دیگر ائمہؒ کی بہ نسبت ان کے مذہب میں قیاس سے مجبوراً زیادہ کام لیا گیا ہے، کیونکہ ان مسائلِ کثیرہ کے متعلق جن میں انھوں نے قیاس کیا ہے انھیں کوئی نص نہیں مل سکی، بخلاف دوسرے ائمہؒ کے کہ ان کے زمانہ میں حفاظِ حدیث محدثینؒ نے احادیث کی طلب اور جمع وتدوین کیلئے بلاد وامصار کا سفر کیا اور انھیں مدوّن کیا، اسطرح منتشر حدیثیں یکجا ہوگئیں، یہ ہے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں قیاس کے زیادہ ہونے اور دوسرے ائمہؒ کے مذاہب میں قیاس کم ہونے کی اصل وجہ"۔

امام شعرانیؒ کے کلامِ مذکور کا اکثر حصہ مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے بھی "النافع الکبیر" (ص ۱۳۵) میں نقل کیا ہے، اور اس کی توضیح وتائید کی ہے، طالب کو اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

الغرض امام ابوحنیفہؒ سے جو صحیح احادیث کی بلا قصد وارادہ خلاف ورزی ہوگئی ہے اس میں وہ بسببِ مذکور معذور ہیں، اور یہ عذر بلاشبہ معقول ومقبول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا، اسی لئے امام صاحبؒ پر کسی قسم کا طعن وتشنیع (جیسا کہ بعض نادان کرتے ہیں) کسی طرح جائز نہیں ہے، بلکہ ان کا ادب واحترام واجب ہے، کیونکہ آپ ان ائمہ عظام میں سے ایک ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کی اور جن کے ذریعہ ہمیں دین کے مسائل معلوم ہوئے، آپ کا اجتہاد خواہ وہ صحیح ہو یا خطا اس میں آپ اللہ کے یہاں بہرحال مستحقِ اجر وثواب ہیں، اسی طرح امام صاحبؒ کی تعظیم و تقلید کرنے والوں کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے ان اقوال کے ساتھ بھی چمٹے رہنے پر اصرار کریں جو احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہیں، کیونکہ یہ اقوال امام صاحبؒ کا مذہب نہیں ہیں، جیسا کہ ان کی تصریحات سے واضح ہو چکا ہے، (کہ جو صحیح حدیث میں ہے وہی ان کا مذہب ہے) الغرض لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، حالانکہ حق ان دونوں کے درمیان ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاُخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ، وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. پروردگار! ہمیں اور ہم سے پہلے گذرے ہوئے اہلِ ایمان کو بخش دے، اور ہمارے دلوں میں مومنوں کے لئے کسی طرح کا کینہ نہ پیدا کر، پروردگار! یقیناً تو بڑا ہی رحم وکرم کرنے والا ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

تیسرا قول:

إذَا قُلْتُ قَوْلاً يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ وَخَبَرَ الرَّسُوْلِ ﷺ فَاتْرُكُوا قَوْلِيْ.

میرا کوئی قول کتاب اللہ اور حدیثِ رسول ﷺ کے خلاف ہوتو میرا قول چھوڑ دو۔(۱)

---

(۱) فلانیؒ نے ''إیقاظ الهمم'' (ص۵۰) میں یہ قول امام محمدؒ کی طرف بھی منسوب کیا ہے، اور اس کے بعد لکھا ہے کہ: ''یہ اور اس کے ہم مثل دیگر اقوال مجتہد کے حق میں نہیں ہیں، کیونکہ وہ اس کے لئے کسی کے کہنے کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ یہ مقلد ہی کے حق میں کہے گئے ہیں''۔

میں کہتا ہوں: اسی بنا پر امام شعرانیؒ نے ''المیزان الکبری'' (ج۱ص۲۶) میں تحریر فرمایا ہے کہ: ''اگر تم کہو کہ میں ان احادیث کی بابت کیا کروں جو میرے امام کی وفات کے بعد صحیح ثابت ہوئی ہیں، اور امام نے ان پر عمل نہیں کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارے لئے لازم یہی ہے کہ تم ان احادیث پر عمل کرو، کیونکہ تمہارے امام بھی اگر ان احادیث کو پاتے اور وہ ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوتیں تو وہ ضرور تمہیں انہی احادیث پر عمل کرنے کا حکم دیتے، کیونکہ تمام ائمہؒ شریعت ہی کے پابند تھے، سو جس نے اس طریقہ پر عمل کیا، اس نے خیر کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیا، اور جس نے کہا کہ میں اسی حدیث پر عمل کرونگا جس پر میرے امام نے عمل کیا ہے، تو ایسا شخص خیرِ کثیر (بہت ساری بھلائیوں) سے محروم ہوگیا، اکثر مقلدین کا حال ایسا ہی ہے، حالانکہ ان کے لئے لازم یہی تھا کہ وہ ہر اس حدیث پر بھی عمل کرتے جو ان کے امام کے بعد صحیح ثابت ہوئی ہیں، کہ یہی ان کے امام کی وصیت ہے۔

ائمہ کرامؒ کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اگر وہ اپنی زندگی میں ان احادیث کو پاتے جو ان کی وفات کے بعد صحیح ثابت ہوئی ہیں تو وہ ان کو ضرور قبول کرتے اور انہی پر عمل کرتے، اور اپنے ہر قیاس اور قول کو ترک کردیتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Www.IslamicBooks.Website

اقوالِ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

پہلا قول:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُخْطِئُ وَأُصِيبُ فَانْظُرُوا فِي رَأْيِي، فَكُلُّ مَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوهُ، وَكُلُّ مَالَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوهُ.

میں انسان ہی ہوں، میری رائے غلط بھی ہوتی ہے اور صحیح بھی، تو میری رائے کو پرکھو، جو کتاب وسنت کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو کتاب و سنت کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔(۱)

دوسرا قول:

لَيْسَ أَحَدٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا وَيُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ، إِلَّا النَّبِيَّ ﷺ

نبی ﷺ کے بعد جو شخص بھی ہے اس کا قول تسلیم بھی کیا جاسکتا ہے اور رد بھی، (لیکن نبی ﷺ کے قول کو رد نہیں کیا جاسکتا)۔(۲)

---

(۱) اس قول کو ابن عبدالبرؒ نے "جامع بيان العلم و فضله" (ج۲ص۳۳) میں اور اسی کے حوالہ سے ابن حزمؒ نے "أصول الأحكام" (ج۶ص۱۴۹) میں اور فلانیؒ نے "إيقاظ الهمم" میں نقل کیا ہے۔

(۲) اس قول کی نسبت امام مالکؒ ہی کی طرف متأخرین کے نزدیک زیادہ مشہور ہے، ابن عبدالہادیؒ نے "إرشاد السالک" (ج۱ص۲۲۷) میں اس نسبت کو صحیح کہا ہے، اور ابن عبدالبرؒ نے "جامع بيان العلم و فضله" (ج۲ص۹۱) میں اور ابن حزمؒ نے "أصول الأحكام" (ج۶ص۱۴۵/۱۷۹) میں یہ قول حکم بن عیینہؒ سے نقل کیا ہے، اور تقی الدین سبکیؒ نے "فتاوی" (ج۱ص۱۴۸) میں اسے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور اس قول کی خوبی پر تحسین وتعجب کا اظہار کیا ہے، اور پھر آگے لکھا ہے کہ: "یہ کلمہ ابن عباسؓ سے مجاہدؒ نے اور مجاہدؒ سے امام مالکؒ نے حاصل کیا اور امام مالکؒ ہی کی طرف اس کی نسبت مشہور ہوئی" میں اس پر یہ اضافہ کرتا ہوں کہ: پھر امام مالکؒ سے امام احمدؒ نے اخذ کیا، چنانچہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Www.IslamicBooks.Website

تیسرا قول:

ابن وہبؒ بیان کرتے ہیں: کہ امام مالکؒ سے وضو میں پیر کی انگلیوں کے خلال کا مسئلہ پوچھا گیا، تو میں نے انھیں کہتے سنا: کہ اس کی ضرورت نہیں ہے، ابن وہبؒ کہتے ہیں: میں خاموش رہا تا آنکہ حاضرینِ مجلس کم ہو گئے تو میں نے عرض کیا: ہمارے پاس اس مسئلہ میں ایک حدیث ہے، امام مالکؒ نے دریافت فرمایا: وہ کونسی حدیث ہے؟ تو میں نے بیان کیا: ''ہم سے حدیث بیان کیا لیث بن سعدؒ اور ابن لہیعہؒ اور عمرو بن الحارثؒ نے یزید بن عمرو المعافریؒ سے، انھوں نے روایت کیا عبدالرحمٰن الحبلیؒ سے، انھوں نے روایت کیا مستورد بن شدّادقرشیؓ سے، وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چھوٹی انگلی سے پیر کی انگلیوں کا خلال کیا'' ابن وہبؒ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد جب بھی امام صاحبؒ سے تخلیلِ اصابع (پیر کی انگلیوں میں خلال) کا مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ پیر کی انگلیوں میں خلال کا حکم دیتے۔(۱)

(پچھلے حاشیہ کا بقیہ) امام ابوداؤدؒ "مسائل الإمام أحمد" (ص۲۷۶) میں فرماتے ہیں: میں نے امام احمدؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: "لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَيُؤْخَذُ مِنْ كَلَامِهِ وَيُتْرَكُ إِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". نبی ﷺ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی ہر بات لی جائے اور کوئی چھوڑی نہ جائے۔

(۱) ملاحظہ ہو: ابن ابی حاتمؒ کا "مقدمة الجرح والتعديل" (ص ۳۱، ۳۲)، اور اس روایت کو مکمل طور پر امام بیہقیؒ نے سنن (ج۱ص۸۱) میں روایت کیا ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

اقوالِ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلہ میں بکثرت انتہائی عمدہ اقوال منقول ہیں،(۱) اور آپ کے متبعین کو ان پر عمل کرنیکی نسبتاً زیادہ سعادت بھی نصیب ہوئی ہے۔

پہلا قول:

مَامِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَتَذْهَبُ عَلَيْهِ سُنَّةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَعْزُبُ عَنْهُ، فَمَهْمَا قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ أَوْ أَصَّلْتُ مِنْ أَصْلٍ فِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خِلَافَ مَاقُلْتُ ، فَالْقَوْلُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ قَوْلِيْ .

کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو رسول اللہ ﷺ کی بعض حدیثیں بھول نہ گیا ہو، یا بعض حدیثیں اس پر مخفی اور پوشیدہ نہ رہی ہوں، اس لئے جب میں کوئی بات کہوں یا کوئی اصول بیان کروں اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے میرے قول کے خلاف منقول ہو، تو رسول اللہ ﷺ ہی کا قول لیا جائے گا، اور وہی میرا بھی قول ہوگا۔(۲)

---

(۱) امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں: ''جن فقہاء کی تقلید کی جارہی ہے انھوں نے خود تقلید کو باطل قرار دیا ہے اور اپنے اصحاب کو اپنی تقلید سے منع کیا ہے، اس بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ سخت تھے، صحیح احادیث کی اتباع اور انہی کو دلیل وحجت بنانے کی جو تاکید انھوں نے کی ہے اور کسی سے منقول نہیں ہے، انھوں نے تقلید سے اپنی برآءت کا صاف اعلان کردیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے نفع پہونچائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب سے نوازے کہ ان سے لوگوں کو بلاشبہ بہت فائدہ پہنچا ہے (أصول الاحکام ج ۶ ص ۱۱۸)۔

(۲) اسے امام حاکمؒ نے امام شافعیؒ سے سندِ متصل روایت کیا ہے، جیسا کہ "تاریخ دمشق" لابنِ عساکر (۱۵/۱/۳) إعلام الموقعین (۲/۳۶۳/۳۶۴) اور "إیقاظ الهمم للفلّانی" (ص ۱۰۰) میں مذکور ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

دوسرا قول:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى أَنَّ مَنْ اسْتَبَانَ لَهُ سُنَّةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهُ أَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ أَحَدٍ.

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس کو رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث مل جائے، اسے کسی اور کے قول پر عمل کرنا اور حدیث کو چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔(۱)

تیسرا قول:

اِذَاوَجَدْ تُمْ فِيْ كِتَابِيْ خِلَافَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُوْلُوْا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَدَعُوْا مَا قُلْتُ.

اگر تم میری کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی سنّت کے خلاف کوئی بات پاؤ، تو سنّتِ رسول ﷺ کو لے لو اور میری بات کو چھوڑ دو۔(۲)

چوتھا قول:

اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ.

جو صحیح حدیث میں ہے وہی میرا مذہب ہے۔(۳)

---

(۱) ملاحظہ ہو: ابن القیمؒ کی "إعلام الموقّعين" (ج ۲ ص ۳۶۱) اور فلاّنیؒ کی "إيقاظ الهمم" (ص ۶۸)۔

(۲) ملاحظہ ہو: ہروی عبداللہ بن محمد الانصاریؒ متوفی ۴۲۱ھ کی کتاب "ذمّ الكلام وأهله" (۳/۴۷/۱ مخطوطہ)، خطیب بغدادی کی کتاب "الاحتجاج بالشّافعي" (۸/۲)، ابنِ عساکرؒ کی "تاريخ دمشق" (۱۰/۹/۱۵)، نوویؒ کی "المجموع" (۶۳/۱)، ابن القیمؒ کی "إعلام الموقّعين" (ج ۲ ص ۳۶۱) اور فلاّنیؒ کی "إيقاظ الهمم" (ص ۱۰۰)۔

(۳) دیکھئے: نوویؒ کی "المجموع" (ج ۱ ص ۶۳)، شعرانیؒ کی "الميزان الكبرى" (ج ۱ ص ۵۷) نقلاً عن البیہقیؒ والحاکمؒ، فلاّنیؒ کی "إيقاظ الهمم" (ص ۱۰۷)، اس قول کا مطلب جیسا کہ شعرانیؒ نے ابنِ حزمؒ سے نقل کیا ہے یہ ہے کہ: "وہ حدیث خود امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہو یا دوسروں کی تحقیق میں صحیح ثابت ہو جائے"، میں کہتا ہوں: امام شافعیؒ کا وہ قول جو اس کے بعد مذکور ہے اس معنی میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Www.IslamicBooks.Website

(پچھلے حاشیہ کا بقیہ) صریح ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

''ہمارے اصحاب (علماءِ شافعیہ) نے مسئلۂ تھویب اور مرض وغیرہ کے عذر کی بنا پر احرام سے حلال ہو جانے کی شرط لگانے کے مسئلہ اور دوسرے بہت سے مسائل میں جو کتب فقہِ شافعی میں مشہور و معروف ہیں امام شافعیؒ کے اسی (مذکور بالا) قول پر عمل کیا ہے، ہمارے اصحاب میں جن سے یہ مروی ہے کہ انھوں نے (امام کے قول کے خلاف) حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ابو یعقوب بویطیؒ اور ابو القاسمؒ دارکی وغیرہ ہیں، اسی طرح ہمارے اصحاب میں امام بیہقیؒ اور دوسرے بہت سے محدثینؒ نے اسی اصل کو استعمال کیا ہے، متقدمین علماءِ شافعیہ کے سامنے جب کوئی ایسا مسئلہ آتا جس کے متعلق حدیث موجود ہوتی اور امام شافعیؒ کا مذہب اس کے خلاف ہوتا تو وہ حدیث پر عمل کرتے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتے، اور فرماتے کہ جو حدیث کے موافق ہو وہی امام صاحبؒ کا مذہب ہے''۔

علامہ ابنِ صلاحؒ فرماتے ہیں: ''جب کسی شافعی کو کوئی ایسی حدیث ملے جو اس کے مذہب کے خلاف ہو، تو اگر اس شخص کے اندر مطلقاً یا خاص اس باب میں یا اس مسئلہ میں تحقیق کی اہلیت ہو اور اسکے شرائط موجود ہوں تو اسے بطورِ خود اسی حدیث پر تحقیق کے ساتھ عمل کرنا چاہیے، اور اگر اس کے اندر تحقیق کی صلاحیت اور قوتِ فیصلہ نہ ہو اور وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حدیث کی مخالفت ہو، نیز پوری بحث و جستجو کے باوجود اسے حدیث کا کوئی کافی و شافی جواب بھی نہ ملے، تو ایسی صورت میں بھی اسے حدیث پر ہی عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ اس پر کسی امام نے عمل کیا ہو، یہ اس کے لئے اپنے امام کا مذہب ترک کر دینے کے لئے معقول عذر ہوگا''، ابن الصلاحؒ کی یہ صلاح بہت بہتر ہے اور یہی متعین ہے، واللہ اعلم''۔

میں کہتا ہوں: یہاں ایک تیسری صورت بھی ہے جسے ابن الصلاحؒ نے ذکر نہیں کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ! اس حدیث پر کسی دوسرے امام نے بھی عمل نہ کیا ہو، تب وہ کیا کرے؟؟؟

اس صورت کا جواب امام تقی الدین سبکیؒ نے ایک رسالہ '' **معنی قول الشافعیّ إذاصحّ الحدیث فھو مذھبی** '' (ج ۳ ص ۱۰۲) میں دیا ہے، فرماتے ہیں:

''مذکورہ صورت میں بھی میرے نزدیک حدیث کی اتباع کرنا ہی اولیٰ ہے، وہ شخص خود کو نبی ﷺ کے سامنے حاضر سمجھے اور تصور کرے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے براہِ راست (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Www.IslamicBooks.Website

پانچواں قول:

ایک روز امام شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے فرمایا :

أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِالْحَدِيْثِ وَالرِّجَالِ مِنِّي، فَإِذَا كَانَ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ فَأَعْلِمُوْنِيْ بِهِ، أَيَّ شَيْئٍ يَكُوْنُ، كُوْفِيًّا، أَوْ بَصَرِيًّا، أَوْشَامِيًّا، حَتّٰى أَذْهَبَ إِلَيْهِ إِذَا كَانَ صَحِيْحاً.

تمہیں حدیث ورجال کا علم مجھ سے زیادہ ہے، سو جو صحیح حدیث ملے مجھے بھی بتادیا کرو، خواہ اس کے راوی کوفی ہوں یا بصری یا شامی، تاکہ جب وہ صحیح ہو تو میں اسے اپنا مذہب قرار دوں۔(۱)

(پچھلے حاشیہ کا بقیہ) سن رہا ہے، تو کیا ایسی صورت میں اس کے لئے اس بات کی کوئی گنجائش ہوگی کہ وہ فرمانِ نبوی پر عمل کرنے میں توقف کرے؟ واللہ ہرگز نہیں..... اور ہر شخص اپنے علم وفہم کے مطابق مکلف ہے"۔

اس موضوع کی تفصیل وتحقیق آپ کو "إعلام الموقعين" (ج ۲ ص ۳۰۲ / ۳۷۰) میں اور امام فلانیؒ کی کتاب "إيقاظ الهمم" میں ملے گی، آخرالذکر کتاب کا پورا نام یہ ہے: "إيقاظ همم أولى الأبصار و تحذيرهم عن الإبتداع الشّائع في القرىٰ والأمصار من تقليد المذاهب مع الحميّة والعصبيّة بين فقهاء الأعصار" یہ اپنے باب میں ایک بے نظیر کتاب ہے، ہر طالبِ حق کو فہم وتدبر کے ساتھ اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

(۱) ملاحظہ ہو: خطیب بغدادیؒ: الإحتجاج بالشافعي (۸/۱ مخطوطہ) اسی کے حوالہ سے ابن عساکرؒ نے "تاريخ دمشق" (۱۵/۹/۱) میں اور ابن عبدالبرؒ نے "الإنتقاء في فضائل الفقهاء" (ص ۷۵) میں اور ابن الجوزیؒ نے "مناقب الإمام أحمد" (ص ۴۹۹) میں نقل کیا ہے، اور امام ہرویؒ نے "ذم الكلام وأهله" (ج ۲ ص ۲۴۷) میں امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبداللہؒ سے تین طرق سے یہ روایت کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے یہ بات کہی ہے، بہرکیف مذکور بالا قول کی نسبت امام شافعیؒ کی طرف صحیح ہے، اسی لئے ابن القیمؒ نے "إعلام الموقعين" (ج ۲ / ص ۳۲۵) میں اور امام فلانیؒ نے "إيقاظ" (ص ۱۵۲) میں امام شافعیؒ کی طرف اس قول کی نسبت کو جزم کے ساتھ بیان کیا ہے، فلانیؒ امام شافعیؒ کا قولِ مذکور نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ اسی سبب سے امام شافعیؒ کے مذہب میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Www.IslamicBooks.Website

چھٹا قول:

كُلُّ مَسْئَلَةٍ صَحَّ فِيْهَا الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ بِخِلَافِ مَا قُلْتُ، فَأَنَا رَاجِعٌ عَنْهَا فِيْ حَيَاتِيْ وَبَعْدَ مَمَاتِيْ.

جس مسئلہ میں میرے قول کے خلاف محدثین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو میں اس مسئلہ میں اپنے قول سے اپنی حیات میں اور اپنی وفات کے بعد رجوع کرتا ہوں۔(۱)

ساتواں قول:

إِذَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أَقُوْلُ قَوْلاً وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافُهُ، فَاعْلَمُوْا أَنَّ عَقْلِيْ قَدْ ذَهَبَ.

جب تم مجھے کوئی ایسی بات کہتے دیکھو جو صحیح حدیث کے خلاف ہو تو جان لو کہ میری عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ (۲)

(پچھلے حاشیہ کا بقیہ) عمل بالحدیث زیادہ ہے، انھوں نے اہلِ حجاز، اہلِ شام، اہلِ یمن اور اہلِ عراق کے علم کو جمع کیا اور ان تمام حدیثوں پر جو ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوئیں بغیر کسی جانب داری کے عمل کیا، اور حق واضح ہوجانے کے بعد اپنے اختیار کردہ مذہب کے حق میں کسی تعصب کو راہ نہیں دیا، جب کہ ان سے پہلے بعض لوگ اسی مذہب پر قناعت کر کے بیٹھے رہے جو انھیں اپنے شہر والوں سے ملا اور اس کے خلاف "صحت" کو جاننے کی کوشش نہیں کی، اللہ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔

(۱) ملاحظہ ہو: ھرویؒ کی "ذمّ الکلام" (ج ۱ ص ۴۷)، ابن القیمؒ کی "إعلام الموقّعین" (ج ۲ ص ۳۶۳) اور فلّانیؒ کی "إیقاظ الھمم" (ص ۱۰۴)

(۲) ملاحظہ ہو: ابوالحفص المؤدّبؒ کی کتاب "منتقی الأمالی" (ج ۱ ص ۲۳۴ مخطوطہ)، یہ کتاب "الأمالی لأبی القاسم السّمرقندی" کا انتخاب ہے، اور ملاحظہ ہو: ابن عساکرؒ کی "تاریخ دمشق" (۱۵/ ۱۰/ ۱)۔

Www.IslamicBooks.Website

آٹھواں قول:

كُلُّ مَا قُلْتُ فَكَانَ عَنِ النَّبِي ﷺ خِلَافَ قَوْلِي مِمَّا يَصِحُّ ، فَحَدِيثُ النَّبِيِّ ﷺ أَوْلَى ، فَلَا تُقَلِّدُونِي.

صحیح حدیث میرے قول کے خلاف ہو تو نبی ﷺ کی حدیث ہی مقدم ہے، میری تقلید مت کرنا۔ (۱)

(۱) "تاریخ دمشق" (۱۵ / ۹ / ۲)

Www.IslamicBooks.Website

اقوالِ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبلؒ ائمہ کرام میں سب سے بڑے محدّث اور سب سے زیادہ حدیث کے ساتھ تمسک کرنے والے تھے، حتّی کہ قیاسی مسائل پر مشتمل کتابوں کو اپنے پاس رکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے،(۱) اسی وجہ سے انھوں نے صاف صاف فرمادیا ہے:

پہلا قول:

لَا تُقَلِّدْنِیْ وَلَا تُقَلِّدْ مَالِکاً وَلَا الشَّافِعِیَّ وَلَا الْأَوْزَاعِیَّ وَلَا الثَّوْرِیَّ وَخُذْ مِنْ حَیْثُ أَخَذُوْا.

میری تقلید نہ کرو، اور نہ مالکؒ، شافعیؒ، اوزاعیؒ اور ثوریؒ کی تقلید کرو، بلکہ انھوں نے جہاں سے مسائل کو لیا ہے تم بھی وہیں سے حاصل کرو۔(۲)

دوسرا قول:

رَأْیُ الْأَوْزَاعِیِّ وَرَأْیُ مَالِکٍ وَرَأْیُ أَبِیْ حَنِیْفَةَ کُلُّهُ رَأْیٌ، وَهُوَ عِنْدِیْ سَوَاءٌ، وَإِنَّمَا الْحُجَّةُ فِی الْآثَارِ.

اوزاعیؒ کی رائے اور مالکؒ کی رائے اور ابوحنیفہؒ کی رائے سب رائے ہے، میرے نزدیک ان کا درجہ (حجت نہ ہونے میں) یکساں ہے، حجت صرف آثار واحادیث ہیں۔(۳)

---

(۱) ملاحظہ ہو: ابن الجوزیؒ کی کتاب "مناقب الإمام أحمد" (ص ۱۹۲)۔

(۲) ملاحظہ ہو: "إیقاظ الهمم" (ص ۱۱۳)، "إعلام الموقّعین" (ج ۲ ص ۳۰۲)۔

(۳) ملاحظہ ہو: ابن عبدالبرؒ کی کتاب "جامع بیان العلم و فضله" (ج ۲ ص ۱۴۹)۔

Www.IslamicBooks.Website

تیسرا قول:

مَنْ رَدَّ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَھُوَ عَلٰی شَفَا ھَلَکَۃٍ. جس نے حدیثِ رسول ﷺ کو ٹھکرادیا وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے۔ (۱)

یہ ہیں ائمہ اربعہؒ کے اقوال وارشادات تمسک بالحدیث کی تاکید اور اندھی تقلید کی ممانعت کے بارے میں، یہ اقوال اپنے معنٰی ومدعٰی میں اتنے واضح اور صریح ہیں کہ ان میں نہ کسی جدال ونزاع کی گنجائش ہے نہ کسی تاویل کی، لہذا جو شخص حدیث وسنّت سے جو کچھ ثابت ہے سب پر عمل کرے اور اقوالِ ائمہ کی مخالفت کی پرواہ نہ کرے تو نہ وہ ائمہ کرامؒ اور ان کے مذاہب کا مخالف ہے اور نہ ان کے طریقہ سے خارج ہے، بلکہ وہ درحقیقت اُن سب کا پیرو ہے، اور ایسے مضبوط سہارے کو تھامے ہوئے ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، لیکن اس کے برخلاف جو شخص ثابت شدہ سنّت کو محض اس لیے چھوڑ دے کہ وہ اقوالِ ائمہ کے خلاف ہے تو ایسا شخص سعادت سے محروم ہے، بلکہ وہ ائمہ عظام کا بھی نافرمان اور ان کے اقوالِ سابقہ کا مخالف ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ، ثُمَّ لَایَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَیْتَ، وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (النّساء:۶۵)

اے محمد ﷺ تمھارے رب کی قسم لوگ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ وہ اپنے اختلافی امور میں تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ مکمل طور پر اسے تسلیم کرلیں۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: "مناقب الامام احمد" (ص ۱۸۲)

Www.IslamicBooks.Website

دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ. (النور: ۶۳)

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنہ میں گرفتار نہ ہو جائیں، یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

Www.IslamicBooks.Website

حدیثِ رسول ﷺ کی اتّباع کرنے میں کسی کی پرواہ نہ کرنا

حافظ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں: ''ہر اس شخص پر جسے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث ملے اور کوئی حکم معلوم ہو یہ واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اسے امّت کے لئے بیان کرے اس کی خیر خواہی کرے، اور لوگوں کو امرِ نبوی کی اتّباع کا حکم دے، اگر چہ یہ کسی بہت بڑے امام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ کوئی ہستی جس سے کہ امرِ رسول ﷺ کی بعض مواقع میں نادانستہ خلاف ورزی بھی ہوئی ہے -خواہ وہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو- اس کی رائے کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کا حکم بہر حال زیادہ تعظیم واقتداء کا مستحق ہے، اسی وجہ سے صحابۂ کرامؓ اور ان کے بعد سلفِ صالحینؒ نے ہر اس شخص کا رد کیا ہے جس نے کہ حدیث کی مخالفت کی، اور بسا اوقات بڑی سختی کے ساتھ رد کیا ہے۔(۱)

---

(۱) حتّٰی کہ اس سلسلہ میں سلفؒ نے اپنے آباء واساتذہ کو بھی نہیں چھوڑا، چنانچہ امام طحاویؒ نے ''شرح معانی الآثار'' (ج ۱ ص ۳۷۲) اور ابو یعلی نے اپنی ''مسند'' (ج ۳ ص ۱۳۱۷) میں بسندِ معتبر یہ واقعہ روایت کیا ہے کہ: ''حضرت سالمؒ بیان فرماتے ہیں! کہ میں اپنے والد عبداللہ ابن عمرؓ کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شامی نے آپ سے حجِ تمتع کا مسئلہ پوچھا، آپؓ نے جواب دیا! کہ اچھا ہے بہتر ہے، وہ کہنے لگا! مگر آپ کے والد (حضرت عمرؓ) تو اس سے منع کرتے تھے، عبداللہ بن عمرؓ نے کہا اچھا سنو! اگر میرے والد نے اس سے منع کیا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اسے کیا ہو اور اس کا حکم دیا ہو، تو بتاؤ! تم میرے والد کا حکم مانو گے یا رسول اللہ ﷺ کا؟ سائل نے کہا! رسول اللہ ﷺ کا حکم مانوں گا، حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: بس تو یہاں سے اٹھو..... یہ واقعہ امام احمدؒ نے اپنی ''مسند'' (حدیث نمبر ۵۷۰۰) میں روایت کیا ہے، اسی طرح امام ترمذیؒ نے بھی اسے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے، (تحفة الأحوذی ج ۲ ص ۸۲)، اسی طرح ابن عساکرؒ نے ''تاریخ دمشق'' (۷/۱/۵۱) میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Www.IslamicBooks.Website

اس کا سبب کچھ یہ نہیں تھا کہ انہیں ایسے شخص سے کوئی ذاتی خلش تھی، نہیں بلکہ وہ دل سے اس کی عظمت کے قائل ہونے اور اسے قابلِ احترام سمجھنے کے باوجود ایسا کرتے تھے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت ان کے دلوں میں سب سے زیادہ تھی، اور آپ کا فرمان ہر مخلوق پر بالا ہے، اس لئے جب آنحضرت ﷺ کے فرمان اور کسی اور کے قول میں تعارض ہو تو رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہی اولی اور مقدم ہوگا، اور اسی کی اتباع کی جائے گی، اس میں کسی امام کی تعظیم۔ جس کا قول امرِ نبوی کے خلاف ہے، اگرچہ وہ عنداللہ مغفور ہے (۱)۔ رکاوٹ نہیں بن سکتی، بلکہ وہ بھی یہ ناپسند نہیں کریگا کہ اس کے قول کو جس کا امرِ نبوی کے خلاف ہونا ظاہر ہو جائے ترک کر دیا جائے۔ (۲)

(پچھلے حاشیہ کا بقیہ) محمد بن ابراھیم بن ابی ذئبؒ سے سعد بن ابراہیمؒ یعنی ابن عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ایک واقعہ روایت کیا ہے! ابن ابی ذئبؒ بیان فرماتے ہیں: ایک مقدمہ میں سعد بن ابراھیمؒ نے امام ربیعۃ الرّائیؒ کے مذہب کے مطابق ایک شخص کے خلاف فیصلہ کیا، ابن ابی ذئبؒ کہتے ہیں! میں نے انھیں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سنائی جو ان کے فیصلہ کے خلاف تھی، تو انھوں نے (سعد بن ابراھیمؒ نے) امام ربیعۃ الرّائیؒ سے یہ کہا! کہ یہ ابن ابی ذئبؒ ہیں، جو میرے نزدیک ثقہ ہیں، ایک حدیثِ نبوی روایت کر رہے ہیں جو میرے فیصلہ کے خلاف ہے، امام ربیعہؒ نے کہا! میں نے اجتہاد کیا اور آپ کا فیصلہ اب نافذ ہو چکا ہے، اس پر سعد بن ابراھیمؒ نے فرمایا! یہ انتہائی عجیب بات ہے کہ میں سعد کا فیصلہ نافذ کروں اور رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نافذ نہ کروں!!! ایسا نہیں ہوسکتا، بلکہ سعد بن امّ سعد کا (یعنی میرا) فیصلہ رد، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نافذ، چنانچہ انھوں نے اپنے پہلے فیصلہ نامہ کو منگوا کر پھاڑ دیا اور اپنے پہلے فیصلہ کے خلاف، مقضی علیہ (مقدمہ ہار جانے والے) کے حق میں فیصلہ لکھا۔

(۱) میں کہتا ہوں: بلکہ وہ عنداللہ ماجور ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ: ''جب (نص نہ ملنے کی صورت میں) حاکم اور مفتی اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے اور فیصلہ درست ہو تو دو اجر ملے گا، اور اگر غلط ہو جائے تو ایک اجر ملے گا'' (بخاری، مسلم وغیرہ)۔

(۲) ''التعلیق علی ایقاظ الھمم'' (ص ۹۳)۔

Www.IslamicBooks.Website

میں کہتا ہوں! وہ کیوں ناپسندیدگی کا اظہار کریں گے؟ جبکہ انہوں نے خود - جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے - اپنے متبعین کو اتباعِ سنّت کا حکم دیا ہے، اور ان پر یہ واجب قرار دیا ہے کہ وہ ان کے خلافِ سنّت اقوال کو ترک کر دیں، بلکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے اصحاب کو حکم دیا ہے کہ حدیثِ صحیح کو ہی ان کی طرف منسوب کریں، (یعنی اسی کو ان کا مذہب قرار دیں) اگرچہ انھوں نے اس پر عمل نہ کیا ہو یا اس کے خلاف کہا ہو، یہی وجہ ہے کہ جب محقق ابنِ دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے مسائل کو جن میں سب یا بعض ائمہ کا مذہب حدیثِ صحیح کے خلاف ہے ایک ضخیم جلد میں جمع کیا، تو اس کتاب کے شروع میں واضح کر دیا کہ اِن مسائل کی نسبت ائمۂ مجتہدینؒ کی طرف کرنا حرام ہے، فقہاءِ مقلّدین کو ان کا ضرور علم ہونا چاہیے، تاکہ وہ ان مسائل کو ائمہ کرامؒ کی طرف منسوب کر کے غلط بیانی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔(۱)

---

(۱) ''ایقاظ'' (ص ۹۹)

Www.IslamicBooks.Website

سنّت کی اتباع میں

ائمّہ کے اقوال کو ان کے متّبعین کا ترک کر دینا

انہی سب مسطورہ بالا وجوہ کی بنا پر ائمّہ کرامؒ کے متّبعین نے۔ متقدّمین میں زیادہ متأخّرین میں کم۔ (ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِنَ الْآخِرِيْنَ) اپنے اماموں کے تمام اقوال کو کبھی قابلِ عمل نہیں سمجھا، بلکہ ان کے بہت سے اقوال کو جن کا سنّت کے خلاف ہونا ثابت ہو گیا ترک کر دیا، حتّی کہ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے اپنے استاذ امام ابو حنیفہؒ کی ثلث (تہائی) مذہب میں مخالفت کی ہے، (۱) کتبِ فقہ اِس اختلاف کے بیان سے بھری ہوئی ہیں، یہی بات امام شافعیؒ وغیرہ کے متّبعین امام مزنیؒ (۲) وغیرہ کے متعلق بھی بیان کی گئی ہے، اگر ہم اس کے شواہد پیش کریں تو بات لمبی ہو جائے

---

(۱) ملاحظہ ہو: ابن عابدینؒ کی "ردّ المحتار" (ج ۱ ص ۶۲)، مولانا لکھنویؒ نے "النافع الکبیر" (ص ۹۳) میں یہ بات امام غزالیؒ کے حوالہ سے بیان کی ہے، ("عمدة الرّعاية مقدّمة شرح الوقاية" میں یہ عدد دو ثلث مذکور ہے)۔

(۲) یہی امام مزنیؒ اپنی کتاب "مختصر فقه الشّافعي" (مطبوعہ برحاشیہ کتاب الأمّ للشافعی) میں لکھتے ہیں: اس کتاب میں میں نے محمد بن ادریس شافعیؒ کے علم وفقہ کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اسے طالبِ علم کے لئے آسان کر دوں، ساتھ ہی یہ بھی بتا دوں کہ امام شافعیؒ نے اپنی یا کسی امام کی تقلید کرنے سے منع کیا ہے، تاکہ وہ اپنے دینی مسائل کی معرفت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کرے اور اپنے نفس کے لئے محتاط رویہ اختیار کرے۔

Www.IslamicBooks.Website

گی اور ہم اختصار کی حد سے- جسے بہر حال ملحوظ رکھنا چاہتے ہیں- آگے نکل جائیں گے، اس لئے صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں:

۱- امام محمدؒ ''موطا'' (۱) (ص ۱۵۸) میں فرماتے ہیں: ''امام ابوحنیفہؒ نمازِ استسقاء کے قائل نہیں ہیں، مگر ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائے پھر تحویلِ رداء اور دعا وغیرہ کرے'' (یعنی ہمارے نزدیک نماز استسقاء مشروع اور مسنون ہے)۔

۲- امام عصام بن یوسف بلخیؒ جو امام محمدؒ کے تلامذہ میں ہیں (۲) اور امام ابو یوسفؒ کے ان خاص شاگردوں میں سے ہیں جو ہمہ وقت انکی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے، (۳) یہ بکثرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کے خلاف فتویٰ دیتے تھے (۴) کیونکہ انھیں امام صاحب کے قول کی دلیل نہیں ملی اور دوسروں کی دلیل سامنے تھی اس لئے اسی کے مطابق فتویٰ دیتے، چنانچہ وہ رکوع میں جاتے اور

---

(۱) موصوف نے اس کتاب میں کوئی بیس مسائل میں اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف کی صراحت کی ہے، تفصیل کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع کیجئے! ہم صفحات کی نشاندہی کر دیتے ہیں، ملاحظہ ہو صفحات: ۴۲، ۴۴، ۱۰۳، ۱۲۰، ۱۵۸، ۱۶۹، ۱۷۲، ۱۷۳، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۴۰، ۲۴۴، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۸۴، ۳۱۴، ۳۳۱، ۳۳۸، ۳۵۵، ۳۵۶، "مؤطا امام محمد مع التعليق الممجد" (مطبوعة الهند)۔

(۲) ابن عابدینؒ نے "ردّ المحتار" (ج ۱ ص ۴۷) اور "رسم المفتی" (ج ۱ ص ۱۷) اسی طرح عبدالقادر قرشیؒ نے "الجواهر المضية في طبقات الحنفية" (ص ۳۴۷) میں عصام بن یوسف بلخیؒ کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے: وہ صاحبِ حدیث اور ثقہ تھے اور وہ اور ان کے بھائی ابراہیم اپنے زمانہ میں بلخ کے شیخ تھے۔

(۳) ملاحظہ ہو: مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ کی "الفوائد البهية في تراجم الحنفية" (ص ۱۱۶)۔

(۴) ملاحظہ ہو: البحر الرائق (ج ۶ ص ۹۳) اور "رسم المفتی" (ج ۱ ص ۲۸)۔

Www.IslamicBooks.Website

رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین کرتے تھے،(۱) کیونکہ یہ نبی ﷺ سے بتواتر ثابت شدہ سنت ہے، عصام بن یوسفؒ کے لئے اِس سنتِ متواترہ پر عمل کرنے میں یہ بات حارج نہیں ہوئی کہ ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ) اس کے قائل نہیں ہیں، یہی مسلمان کا وطیرہ ہونا چاہیے، اور جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان ہوا یہی ائمہ اربعہ وغیرہم کی وصیت بھی ہے۔

---

(۱) "الفوائد البهيّة" (ص ۱۱۶) میں مولانا لکھنویؒ نے یہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے: "اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ سے مکحولؒ کی یہ روایت کہ "جس نے نماز میں رفع یدین کیا اس کی نماز فاسد ہوگئی" باطل ہے، اسی روایت سے امیر کاتب اتقانیؒ کو دھوکہ ہوا ہے (اور انھوں نے رفع یدین کو مفسدِ صلوٰۃ قرار دیا ہے)، جیسا کہ ان کے تذکرہ میں بیان کیا گیا، امام عصام بن یوسفؒ امام ابو یوسفؒ کے حاضر باش شاگردِ خاص تھے اور رفعِ یدین کرتے تھے، اگر مذکورہ روایت صحیح ہوتی تو اس کا امام ابو یوسفؒ اور امام عصامؒ کو ضرور علم ہوتا، مولانا لکھنویؒ مزید فرماتے ہیں: "اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی حنفی کسی مسئلہ میں مخالف کی دلیل قوی ہونے کی وجہ سے اپنے امام کا مذہب ترک کردے تو وہ حلقۂ تقلید سے خارج نہیں ہوجائے گا، بلکہ یہ تو ترکِ تقلید کی صورت میں بھی عین تقلید ہے، دیکھئے امام عصام بن یوسفؒ نے رفع یدین کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مسلک چھوڑ دیا ہے پھر بھی وہ حنفیہ میں ہی شمار کئے جاتے ہیں"۔ اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ ہی سمجھے ہمارے زمانہ کے جاہلوں سے، کہ اگر کوئی کسی مسئلہ میں مخالف کی دلیل قوی ہونیکی وجہ سے اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ دے تو یہ اس کو ہدفِ طعن بناتے ہیں اور اس امام کے مقلدین سے اس کو خارج سمجھتے ہیں، جہلا پر کیا تعجب؟ کہ وہ عوام ہیں، تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو اپنے کو عالم کہلواتے ہیں اور جانوروں کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں"۔

Www.IslamicBooks.Website

شکوک وشبہات اور اُن کے جوابات

کوئی دس برس کا عرصہ ہوا میں نے یہ سطور کتاب ''صفة صلاة النبی ﷺ'' کے مقدمہ میں لکھی تھی، اس عرصہ میں میں نے محسوس کیا کہ اس کا مسلم نوجوان طبقہ پر بڑا خوش آئند اثر پڑا ہے، اور اس سے انھیں اپنے دین وعبادت کے معاملہ میں اسلام کے چشمۂ صافی ''کتاب وسنت'' کی طرف رجوع کرنے میں بڑی رہنمائی ملی ہے، چنانچہ اس نوجوان پود میں- اَلْحَمْدُلِلّٰہِ - سنت پر عمل کرنے اور اس کو دین وایمان بنانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، حتّٰی کہ عمل بالحدیث ان کی مابہ الامتیاز علامت بن گئی ہے، البتہ میں نے محسوس کیا کہ کچھ نوجوان اس طرف لپکنے میں توقف کر رہے ہیں، اس وجہ سے نہیں کہ عمل بالسنّۃ کو واجب قرار دینے والی آیات اور ائمۂ کرامؒ کے اقوالِ سابقہ کے باوجود عمل بالسنّۃ اور ترکِ تقلید کے واجب ہونے میں انھیں کوئی شک ہے، نہیں! بلکہ ان کے توقف کا سبب وہ شکوک وشبہات ہیں جو وہ علماءِ مقلدین سے سنتے رہتے ہیں، اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ ان شبہات کا ذکر کر کے ان کا رد لکھ دیا جائے، شاید اس سے اُن توقف کرنے والوں میں بھی عاملین بالسنّۃ کے ساتھ سنت پر عمل کرنے کا داعیہ پیدا ہو جائے اور وہ بھی بتوفیقِ الٰہی فرقۂ ناجیہ میں داخل ہو جائیں۔

پہلا شبہ:

بعض نوجوانوں نے اپنے توقف کی وجہ بیان کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ: ''اس میں تو کوئی

Www.IslamicBooks.Website

شک نہیں کہ ہمارے لئے تمام دینی امور میں نبی ﷺ کے طریقہ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، خصوصاً عباداتِ محضہ کے اندر، کہ اس میں رائے واجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں، وہ تمام تر توقیفی ہیں، مثلاً نماز.....لیکن اس کے باوجود ہم علماءِ مقلدین میں سے کسی کو اس طریقہ کی ہدایت کرتے نہیں سنتے، بلکہ اس کے برعکس ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ دینی مسائل میں اختلاف کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اور اسے امت کے حق میں توسّع قرار دیتے ہیں، اور اس کے ثبوت میں ایک حدیث سے - جسے وہ انصار السنہ اور اہلحدیث کے خلاف اکثر پیش کرتے رہتے ہیں- استدلال کرتے ہیں یعنی "اِخْتِلَافُ أُمَّتِیْ رَحْمَةٌ" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت کا اختلاف رحمت ہے" ظاہر ہے یہ حدیث اس طریقہ کے خلاف ہے جس کی طرف آپ (البانی صاحب) لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں، اور جس کے لئے آپ نے یہ کتاب "صفة صلاة النبی ﷺ" اور دوسری کتابیں تالیف فرمائی ہیں، تو اس حدیث کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں اور اس کا آپ کے پاس کا کیا جواب ہے؟؟؟

اس سوال کا دو طریقے سے جواب دیا جاسکتا ہے:

پہلا جواب: "اِخْتِلَافُ أُمَّتِیْ رَحْمَةٌ" حدیث نہیں ہے

پہلا جواب یہ ہے کہ: یہ حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ باطل اور بے بنیاد و بے اصل ہے، تلاشِ بسیار کے باوجود اب تک کسی عالم کو اس کی کوئی سند نہیں مل سکی، علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں: مجھے اس حدیث کی کوئی سند نہیں ملی نہ صحیح، نہ ضعیف، نہ موضوع۔(۱)

---

(۱) "فیض القدیر" للمناوی (ج ۱ ص ۲۰۹)

Www.IslamicBooks.Website

میں کہتا ہوں: ایک روایت ان لفظوں میں ہے ''إِخْتِلاَفُ أَصْحَابِي لَكُمْ رَحْمَةٌ'' (۱) (میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے)، اور ایک دوسری روایت میں ہے: '' أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ '' (۲) (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جن کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے)۔

لیکن یہ دونوں روایتیں بھی صحیح نہیں ہیں، پہلی انتہائی ضعیف ہے (۳) اور دوسری موضوع ہے (۴)۔ میں نے ''سلسلة الأحاديث الضّعيفة والموضوعة'' (۶۱/۶۹/۵۸) میں ان روایتوں کی مفصّل تخریج وتحقیق کی ہے۔

---

(۱) ''الكفاية في علم الرّواية'' للخطيب (ص۴۸)، و'' تاريخ دمشق ''لابن عساكر (۲/۳۱۵/۷) بطريقِ سليمان بن ابی كريمة عن جويبر عن الضّحّاك عن ابن عمر مرفوعًا۔

(۲) ''جامع بيان العلم'' لابن عبد البر (ج۲ ص۹۱)، ''والأحكام'' لابن حزم (ج۶ ص۸۲) بطريق سلام ابن سليم حدثنا الحارث بن غصين عن الأعمش عن ابی سفيان عن جابر مرفوعا ۔

(۳) حافظ عراقیؒ نے '' تخريج الإحياء'' (ج ۱ ص ۲۵) میں فرمایا ہے کہ اس کی اسناد ضعیف ہے اور حافظ سخاویؒ نے ''المقاصد الحسنة '' میں اس کو سخت ضعیف قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے، اس کی مذکورہ بالا سند میں پہلا راوی: سليمان بن ابی كريمة ہے، ابنِ ابی حاتمؒ نے فرمایا: وہ ضعیف الحدیث ہے، دوسرا راوی: جويبر ابن سعيد الأزدی ہے، ابن المدینیؒ نے اس کو سخت ضعیف اور امام نسائیؒ اور امام دار قطنیؒ نے اس کو متروک کہا ہے، تیسرا راوی: ضحّاك ابن مزاحم الهلالی ہے، اس کی ابن عباس سے لقاء ثابت نہیں ہے۔

(۴) امام احمد ابن حنبلؒ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، ابنِ عبد البرؒ نے فرمایا: اسکی سند لائقِ حجت نہیں ہے کیونکہ حارث بن غصین مجہول ہے، ابنِ حزمؒ نے فرمایا: یہ حدیث باطل اور خود ساختہ ہے اسے اہلِ فسق نے وضع کیا ہے، دوسری جگہ فرمایا: یہ روایت ساقط ہے..... سلام بن سلیم موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے اور یہ روایت بھی انہی میں سے ہے، سلام بن سلیم کے بارے میں ابنِ حبانؒ نے فرمایا: '' رَوَىٰ أَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً '' اس نے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں، ابنِ خواشؒ نے فرمایا: وہ کذاب ہے۔

نوٹ:- حواشی ۱ تا ۴ کو محوّلہ کتاب ''سلسلة الأحاديث الضّعيفة والموضوعة '' سے اَخذ کیا گیا ہے (مترجم)۔

Www.IslamicBooks.Website

دوسرا جواب: اختلافِ امّت رحمت نہیں زحمت ہے

دوسرا جواب یہ ہے کہ: حدیث "اِخْتِلَافُ أُمَّتِیْ رَحْمَةٌ" ضعیف ہونے کے ساتھ قرآن کریم کے مخالف بھی ہے، قرآن مجید کی وہ آیات جن میں دین میں اختلاف کرنے کی ممانعت اور اتفاق واتحاد کی ہدایت کی گئی ہے اتنی مشہور ہیں کہ انھیں ذکر کرنے کی حاجت نہیں، پھر بھی بطورِ مثال بعض کو ذکر کردینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ارشادِ ربانی ہے:

۱- وَلَاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ . (الأنفال:۴۶)	آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم بزدل اور کمزور ہوجاؤ گے، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی
۲- وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعاً، كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ . (الروم:۳۱،۳۲)	اور تم ان مشرکین میں سے نہ ہوجاؤ جنہوں نے اپنا اپنا دین الگ بنا لیا ہے اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ مگن ہے۔
۳- وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ . (ھود:۱۱۸،۱۱۹)	اور وہ لوگ اختلاف کرتے ہی رہیں گے، سوائے ان کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا۔

تو جب از روئے قرآن وہ لوگ جن پر اللہ نے رحم کیا ہے اختلاف نہیں کرتے بلکہ اختلاف اہلِ باطل ہی کرتے ہیں، تو پھر یہ کیسے تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ اختلاف رحمت ہے، پس ثابت ہوا کہ حدیث "اِخْتِلَافُ أُمَّتِیْ رَحْمَةٌ" صحیح نہیں ہے نہ سنداً نہ متناً، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

''سلسلة الأحاديث الضّعيفة والموضوعة وأثرها السّيئ في الأمّة" ۔

Www.IslamicBooks.Website

دوسرا شبہ:

کچھ نوجوانوں نے یہ اشکال پیش کیا کہ جب اختلاف فی الدین منہی عنہ اور ممنوع ہے تو صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد ائمۂ دینؒ کے درمیان جو اختلاف رہا ہے آپ اس کے متعلق کیا کہیں گے؟ کیا ان کے اختلافات اور متأخرین کے باہمی اختلافات میں کچھ فرق ہے؟

جواب:

ہاں دونوں اختلافات میں بہت فرق ہے اور دو اعتبار سے، ایک سببِ اختلاف کے اعتبار سے، دوسرے اثر و نتیجۂ اختلاف کے لحاظ سے۔

صحابہ کرامؓ اور مقلدین کے اختلاف میں پہلا فرق:

چنانچہ صحابہ کرامؓ کے درمیان مسائل میں جو اختلاف تھا وہ اضطراری و غیر ارادی تھا نہ کہ اختیاری، ایک تو فطری بات ہے کہ ان سب کی فہم یکساں نہیں تھی، دوسرے اس کے علاوہ بھی ان کے زمانہ میں بہت سے ایسے اسباب تھے جو ان کے درمیان اختلاف کا باعث ہوئے مگر وہ اسباب بعد کے زمانوں میں ختم ہوتے گئے (۱) اس قسم کے اختلاف سے بالکلیہ رہائی ناممکن بھی ہے، اور اس قسم کا اختلاف کرنے والا اُس مذمّت وملامت کا مستحق نہیں جس کا گذشتہ آیات اور ان جیسی دیگر آیتوں میں ذکر آیا ہے، کیونکہ اللہ کے یہاں اختلاف کرنے پر پکڑ اور گرفت کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ انسان قصداً اختلاف کرے اور اس پر اڑا رہے۔

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: ابن حزمؒ کی "أحكام الأحكام" اور شاہ ولی اللہؒ کی "حجة الله البالغة" یا زیر بحث موضوع پر ان کا خاص رسالہ "عقد الجيد في أحكام الإجتهاد والتقليد"۔

Www.IslamicBooks.Website

رہا وہ اختلاف جو مقلّدین کے درمیان پایا جاتا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس عموماً اس کا کوئی عذر نہیں ہے، کیونکہ بعض مقلّدین (بلکہ اکثر مقلّدین) کا حال یہ ہے کہ کتاب وسنّت سے دلیل ظاہر ہو جانے، اور یہ واضح ہو جانے کے باوجود کہ دلیل دوسرے مذہب ومسلک کی تائید کرتی ہے، کتاب وسنّت کی دلیل کو محض اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ ان کے اختیار کردہ مسلک کے خلاف ہے، گویا کہ ان کا مسلک ہی اصل ہے اور وہی وہ دین ہے جو محمد ﷺ لیکر آئے ہیں، اور دوسرے کا مسلک دوسرا دین ہے جو منسوخ ہو چکا ہے۔

اس کے برعکس بعض مقلّدین کا موقف یہ ہے کہ یہ مختلف مذاہب ومسالک جن میں وسیع اختلاف پایا جاتا ہے متعدد شریعتوں کے مثل ہیں، چنانچہ علماءِ مقلّدین میں سے بعض متأخرین نے بصراحت کہا ہے کہ: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسلمان ان فقہی مذاہب میں سے جسے چاہیں اختیار کریں اور جسے چاہیں چھوڑ دیں کیونکہ یہ سب الگ الگ شریعتیں ہیں''۔(۱)

یہ دونوں قسم کے مقلّدین اختلاف پر قائم رہنے کے لئے اسی باطل حدیث '' اِخْتِلَافُ أُمَّتِـيْ رَحْمَةٌ '' کو دلیل میں پیش کرتے ہیں، ہم نے انھیں بارہا اس حدیث سے استدلال کرتے سنا ہے۔

---

(۱) ملاحظہ ہو: '' فیض القدیر '' للمناوی (ج ۱ ص ۲۰۹) یا '' سلسلة الأحاديث الضّعيفة والموضوعة '' (ج ۱ ص ۷۶و۷۷)۔

Www.IslamicBooks.Website

متناقض امور میں

حق واحد ہے اس میں تعدّد نہیں

بعض لوگ اس حدیث کی تاویل وتوجیہ یہ کرتے ہیں کہ مسائل دین میں اختلاف اس لئے رحمت ہے کہ اس میں امّت کے لئے آسانی اور وسعت ہے، مگر یہ تاویل آیاتِ مذکورہ کی صراحت اور ائمہ کے اقوالِ سابقہ کی دلالت کے خلاف ہے، نیز بعض ائمہ سے اس کی صریح تردید بھی منقول ہے، چنانچہ ابن القاسمؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ اور امام لیثؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ''یہ بات صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کا مسائلِ شریعت میں اختلاف امّت کے لئے سہولت ووسعت کا باعث ہے جیسا بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ ان کی آراء بھی خطاء وصواب دونوں کا احتمال رکھتی ہیں، (۱) اور امام اشہبؒ بیان فرماتے ہیں: امام مالکؒ سے پوچھا گیا! کہ اگر کوئی شخص اصحابِ رسول اللہ ﷺ کے قول پر جسے ثقہ راوی نے ان سے روایت کیا ہو، بلا چوں وچرا عمل کرے تو کیا اس کی گنجائش ہے؟ امام مالکؒ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! نہیں، الا یہ کہ وہ حق ہو، حق ایک ہی ہے، دو متضاد قول کیا دونوں حق ہو سکتے ہیں؟ حق وصواب ایک ہی ہوگا۔ (۲)

---

(۱) ملاحظہ ہو: ابن عبدالبرؒ کی کتاب "جامع بیان العلم و فضلہ" (ج ۲ ص ۸۱، ۸۶)

(۲) ملاحظہ ہو: "جامع بیان العلم و فضلہ" (ج ۲ ص ۸۳، ۸۴)

Www.IslamicBooks.Website

امام شافعیؒ کے تلمیذِ خاص امام مزنیؒ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے اصحابِ کرامؓ کے اندر بھی مسائل میں اختلاف ہوا ہے، انھوں نے بھی ایک دوسرے کی تغلیط کی ہے، اور ایک دوسرے کے اقوال میں نقد ونظر اور ان پر تعاقب کیا ہے، حالانکہ اگر وہ اپنے تمام افراد کی ہر بات کو ہمیشہ حق ہی سمجھتے تو وہ ہرگز ایک دوسرے کی تردید نہ کرتے، ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوگیا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ابی بن کعبؓ نے کہا: کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا بالکل درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، اور عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا: یہ اس وقت کی بات تھی جب مسلمانوں کے پاس کپڑوں کی کمی تھی، حضرت عمرؓ یہ بحث سن رہے تھے، غضبناک ہوکر باہر آئے اور فرمایا: اصحابِ رسول ﷺ میں سے دو ایسے شخص جھگڑ رہے ہیں جن کی طرف احترام کی نگاہیں اٹھتی ہیں اور جن سے مسائل اَخذ کئے جاتے ہیں، اُبیؓ نے درست کہا! ابنِ مسعودؓ نے بھی کوتاہی نہیں کی! لیکن آج کے بعد پھر میں کسی کو اس کے بارے میں اختلاف کرتا ہوا نہ پاؤں، ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔

امام مزنیؒ مزید فرماتے ہیں: ''جو شخص اختلاف کو جائز قرار دے اور یہ کہے: کہ دو عالم کسی معاملہ میں اجتہاد کریں اور دونوں میں سے ایک اسے حلال کہے اور دوسرا حرام، تو دونوں اپنے اجتہاد میں حق پر ہیں، تو ایسے شخص سے پوچھا جائے گا! کہ تم یہ بات کس بنیاد پر کہہ رہے ہو؟ کسی اصلِ شرعی کی بنا پر یا قیاس کی بنیاد پر؟ اگر وہ کہے کہ اصلِ شرعی کی بنا پر کہہ رہا ہوں تو اس سے پوچھا جائے گا! کہ شرعی بنیاد پر یہ بات کیسے کہی جاسکتی ہے؟ جبکہ اصل یعنی کتاب اللہ تو اختلاف کی نفی کرتی ہے..... اور اگر وہ یہ کہے کہ میں نے یہ بات قیاس کی بنیاد پر کہی ہے، تو اس سے پوچھا جائے گا! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اصولِ شریعت تو اختلاف کی نفی کریں اور تم ان پر اختلاف کے جائز ہونے کا مسئلہ قیاس کرو؟ ایسی بات عالم تو درکنار معمولی عقل کا آدمی بھی نہیں کہہ سکتا۔(۱)

---

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲ ص ۸۹)

Www.IslamicBooks.Website

امام مالکؒ کا ''مؤطّا'' کو سرکاری قانون بنانے سے منع کرنا

اگر کوئی صاحب یہ کہیں کہ امام مالکؒ سے آپ نے جو یہ نقل کیا ہے کہ: ''اختلاف کی صورت میں حق ایک ہی ہوگا، متعدد متضاد اقوال بیک وقت سب حق نہیں ہو سکتے'' تو امام مالکؒ ہی سے ایک دوسرا قول اس کے خلاف بھی مروی ہے، چنانچہ استاذ زرقاء نے ''المدخل الفقہی'' (ص ۸۹) میں لکھا ہے کہ: ابوجعفر منصور اور اس کے بعد ہارون رشید نے یہ ارادہ کیا تھا کہ امام مالکؒ کے مذہب اور ان کی کتاب ''مؤطا'' کو حکومتِ عباسیہ کا سرکاری قانون قرار دیں، مگر امام صاحبؒ نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا اور فرمایا: اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر فروعی مسائل میں اختلاف ہوا اور وہ مختلف ملکوں اور شہروں میں پھیل گئے اور وہ سب حق پر ہیں، ''کُلٌّ مُصِیبٌ''۔

میں کہتا ہوں: بیشک امام مالکؒ کا یہ واقعہ معروف و مشہور ہے، لیکن مذکورہ روایت کا یہ ٹکڑا کہ ''کُلٌّ مُصِیبٌ'' (سب حق پر ہیں) بے ثبوت ہے، دستیاب روایات و مآخذ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، ہاں اس قسم کی ایک روایت ابونعیم کی ''حلیۃ الأولیاء'' (ج ۲ ص ۳۳۳ یا ج ۶ ص ۳۳۲) میں ضرور ہے، مگر اس کی سند میں مقداد بن داؤد نامی شخص ہے جسے امام ذہبیؒ نے ضعفاء میں شمار کیا ہے، علاوہ بریں اس میں ''کُلٌّ مُصِیبٌ'' (سارے صحابہ حق پر ہیں) کے بجائے ''کُلٌّ عِندَ نَفسِہٖ مُصِیبٌ'' ہے، (جس کا معنی ہے سب اپنے نزدیک حق پر ہیں) اور یہ بات صحیح ہے، معلوم ہوا کہ ''المدخل الفقہی'' کی روایت خانہ ساز اور من گھڑت ہے، اس کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ یہ روایت اُس روایت کے خلاف ہے جسے ثقہ راویوں نے امام مالکؒ سے

Www.IslamicBooks.Website

روایت کیا ہے کہ ''حق ایک ہی ہے اس میں تعدد نہیں'' یہی تمام ائمۂ اسلامؒ، صحابہؓ و تابعینؒ، ائمۂ اربعہؒ وغیرہم مجتہدین کا مذہب ہے۔

ابن عبدالبرؒ ''جامع بیان العلم و فضلہ'' میں بیان فرماتے ہیں: دو متناقض اقوال میں اگر دونوں درست ہوتے تو سلفِ صالحینؒ ایک دوسرے کے اجتہاد، فیصلہ وفتوے کی تغلیط نہ کرتے، عقل بھی اس کو تسلیم نہیں کرتی کہ ایک شئ اور اس کی ضد دونوں درست ہوں، کسی شاعر نے بہت خوب کہا ہے :

إِثْبَاتُ ضِدَّيْنِ فِيْ حَالٍ أَقْبَحَ مَايَأْتِيْ مِنَ الْمُحَالِ

(دو متضاد چیزوں کو بیک وقت ثابت کرنا ناممکنات کی بدترین قسم ہے)

اگر کوئی کہے: جب یہ بات ثابت ہے کہ مذکورہ روایت کی نسبت امام مالکؒ کی طرف باطل ہے، تو سوال یہ ہے کہ امام موصوفؒ نے ابو جعفر منصور کو لوگوں کو ''مؤطا'' پر جمع کرنے سے کیوں روک دیا اور اس کی پیش کش کو کیوں نامنظور کر دیا؟

تو عرض ہے کہ خود امام مالکؒ نے اس سوال کا جواب دے دیا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے عمدہ روایت جو مجھے مل سکی وہ ابنِ کثیرؒ کی کتاب ''اختصار علوم الحدیث'' (ص ۳۱) میں ہے کہ امام مالکؒ نے ابو جعفر منصور سے کہا: ''لوگوں نے حدیثیں جمع کیں اور انہیں بہت سی ایسی حدیثیں ملیں جو ہمیں نہ مل سکیں''۔

بقول ابنِ کثیرؒ: یہ امام مالکؒ کے کمالِ علم وانصاف کی دلیل ہے کہ انہوں نے تمام لوگوں کو اپنے فتاویٰ کا پابند بنانا منظور نہیں کیا، کہ مبادا وہ کسی ایسی صحیح حدیث کے خلاف ہو جو دوسروں کو پہنچی ہو اور انہیں نہ ملی ہو.....

بہر حال ثابت یہ ہوا کہ اختلاف تمام تر شر ہے رحمت نہیں ہے، لیکن بعض اختلافات ایسے ہوتے ہیں جن پر انسان کی اللہ کے یہاں پکڑ ہوگی، جیسے فقہی مسالک کے متعصب مقلدین کا اختلاف، اور

Www.IslamicBooks.Website

بعض اختلاف پر انسان کا اللہ کے یہاں مؤاخذہ نہیں ہوگا جیسے صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمۂ دینؒ کا اختلاف .....اللہ ہمیں انہی کے زمرہ میں شامل فرمائے، اور ان کی اتباع کرنے کی توفیق بخشے۔

سطورِ مذکورہ سے یہ بات واشگاف ہوگئی کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلاف اور مقلدین کے باہمی اختلاف میں فرق ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

صحابۂ کرامؓ کا اختلاف اضطراری تھا، لیکن وہ سب اختلاف کو ناپسند کرتے تھے اور اس سے دور رہنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے، مگر یہ مقلدین مسائل میں اختلافات کے ایک بڑے حصہ سے گلوخلاصی ممکن ہونے کے باوجود اتفاق کی راہ اختیار نہیں کرتے اور اختلاف سے بچنے کی کوشش کرنے کے بجائے اس کو برقرار رکھتے ہیں اور اس کے حق میں بے جا و نامعقول دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

صحابہ کرامؓ اور مقلدین کے اختلاف میں دوسرا فرق:

یہ تھی صحابۂ کرامؓ وتابعینِ عظامؒ کے باہمی اختلاف اور مقلدین کے اختلافات میں سببِ اختلاف کے اعتبار سے فرق ہونیکی تفصیل، رہا دونوں اختلاف میں ''اثرات ونتائج کے لحاظ سے فرق اور امتیاز'' تو وہ اور بھی واضح ہے، صحابۂ کرامؓ فروعی مسائل میں اختلاف کے باوصف مظہرِ وحدت کی شدت سے محافظت کرنے والے تھے، اور ان چیزوں سے بہت دور رہتے تھے جو مسلمانوں میں تفریق اور ان کی صفوں میں انتشار کا باعث ہوں، چنانچہ صحابۂ کرامؓ میں سے بعض نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے کہنے کے قائل تھے اور بعض اس کو آہستہ یعنی بلا آواز کہنے کے قائل تھے، ان میں ایسے بھی تھے جو نماز میں رفع الیدین کے قائل تھے اور بعض اسے صحیح نہیں سمجھتے تھے، ان میں سے بعض ''مسِّ مرأۃ'' کو ناقضِ وضو گردانتے تھے اور بعض اس کے

Www.IslamicBooks.Website

خلاف تھے، اسی طرح متعدّد مسائل میں اختلاف کے باوجود تمام صحابہؓ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، اور کوئی بھی مسائل میں اختلاف کی بنا پر کسی کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔

لیکن نتائج کے اعتبار سے مقلّدین کا اختلاف صحابہؓ کے اختلاف کے بالکل برعکس ہے، ان مقلّدین کے اختلافات کا نتیجہ واثر یہ ہے کہ اہلِ اسلام نماز تک میں۔ جو شہادتین کے بعد اسلام کا رکنِ اعظم ہے۔ انتشار کا شکار ہیں، کیونکہ ہم میں سے بہت سارے لوگوں نے یہ سنا ہے اور دیکھا بھی ہے کہ مقلّد حضرات اجتماعی طور پر کسی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی نہیں ہوتے، کیونکہ وہ اپنے مذہب کے مخالف (یعنی دوسرے مسلک کے) امام کی نماز کو باطل یا کم از کم مکروہ سمجھتے ہیں، (۱) حتّی کہ بعض مشہور مذاہب کی کتبِ فقہ میں بھی کراہت و بطلان کی بات صراحتاً لکھی ہوئی ہے، اسی اختلاف کا یہ نتیجہ ہے کہ تمہیں ایک ہی مسجد میں چار چار محراب ملیں گے، جہاں چاروں مذاہب کے امام باری باری سے نماز پڑھاتے ہیں ایک امام نماز پڑھا رہا ہوتا ہے مگر وہ لوگ جو اس کے ہم مذہب نہیں ہیں کھڑے اپنے امام کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ (۲)

یہی نہیں بلکہ بعض مقلّدین نے اس مسلکی اختلاف کو اس سے بھی زیادہ سنگین اور بدترین نتیجہ

---

(۱) کتاب "مالایجوز فیہ الخلاف" (ص ۶۵-۷۲) کی آٹھویں فصل کا مراجعہ کریں، اس میں مشارالیہ بات کی مختلف مثالیں آپ کو ملیں گی، جن میں سے بعض کا صدور "ازہر یونیورسٹی" کے بعض علماء سے ہوا ہے۔ (ناشر)

(۲) حد یہ ہے کہ مرکزِ اسلام، افضل المساجد، مسجدِ حرام میں بھی اوائلِ نویں صدی ہجری میں جب کسی حکمران فرخ بن برقوق نے چار مصلّے قائم کردئے تھے، جہاں چاروں مذاہب کے امام یکے بعد دیگرے نماز پڑھاتے تھے، اور وہی نقشہ ہوتا تھا جو مؤلف دامت برکاتہم نے اوپر ذکر کیا ہے، یعنی جماعت اولیٰ ہوتی رہتی تھی اور لوگ کھڑے اپنے ہم مذہب امام کی باری کا انتظار کرتے رہتے تھے، اور ظاہر ہے کہ یہ ناروا اختلاف وانتشار اہلِ تقلید ہی کے اختلاف کا نتیجہ تھا، یہ نادیدنی صورتحال مسلسل باقی اور قائم رہی تا آنکہ سعودی یعنی "وہابی، سلفی" حکومت قائم ہوئی تو اس بدعتِ شنیعہ کا خاتمہ ہوا، فجزاھااللہ عن سائر المسلمین خیر الجزاء (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

کا موجب بنادیا ہے، مثال کے طور پر بعض متقدمین فقہاءِ حنفیہ نے یہ فتویٰ دے رکھا تھا کہ حنفی مرد کا شافعی عورت سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، پھر حنفیوں کے مشہور عالم ومفتی ''مفتی الثقلین'' (یعنی انسانوں اور جنوں کے مفتی) آئے اور فتویٰ صادر فرمایا کہ:

یہ جائز ہے کہ ایک حنفی مرد ایک شافعی عورت سے شادی کرے، اور جواز کی علت اور دلیل یہ بیان کی کہ ''شافعی عورت اہلِ کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) کی عورتوں کے مثل ہے، ''تَنْزِيلاً لَهَا مَنْزِلَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ''-(۱)

اس عبارت کا مفہوم-اور واضح رہے کہ مفاہیم کتب حنفیہ کے نزدیک معتبر ہیں-یہ ہے کہ اس کے برعکس جائز نہیں، یعنی یہ جائز نہیں ہے کہ کسی حنفی لڑکی کی شادی کسی شافعی مرد کے ساتھ کی جائے، جیسے کسی مسلمان لڑکی کی شادی کسی اہلِ کتاب (یہودی وعیسائی) کے ساتھ کرنا جائز نہیں ہے-

یہ دو مثالیں بطورِ مشتے نمونہ از خروارے ذکر کردی گئیں، ورنہ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو متأخرین کے اختلاف اور اس پر ان کے اصرار کے قبیح نتائج اور برے اثرات کو واضح کرتی ہیں، اس کے برعکس سلفِ صالحینؒ کے درمیان جو اختلاف تھا اس کا امت پر کوئی برا اثر نہیں پڑا، اسی لئے وہ ان آیاتِ کریمہ کا جن میں اختلاف اور تفرّق فی الدّین سے منع کیا گیا ہے ہرگز مصداق نہیں ہیں، بخلاف متأخرین کے کہ وہ ان آیات کی زد میں ہیں.....اللہ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمائے-آمین!

---

(۱) ملاحظہ ہو: ''البحر الرائق شرح کنز الدقائق''

Www.IslamicBooks.Website

تقلید پر اصرار کا ایک انتہائی مضر پہلو

اے کاش! مقلدین کے مذکورہ اختلافات کے اثرات اور اس کی مضرتیں ان کے درمیان ہی محدود رہی ہوتیں اور امتِ دعوت یعنی غیر مسلموں تک متعدی نہ ہوئی ہوتیں تو یہ بات کسی قدر کم تشویش ناک ہوتی، لیکن یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ بہت سے ملکوں میں تقلیدی اختلافات کی مضرتیں غیر مسلموں تک بھی پہنچادی گئی ہیں، اور یوں مقلدین نے ان کے حلقۂ اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے کی راہ میں گویا رکاوٹ پیدا کردی ہے۔

چنانچہ فاضل استاذ محمد الغزالی اپنی کتاب ''ظلام الغرب'' (ص ۲۰۰) میں بیان فرماتے ہیں:

''برنسون یونیورسٹی (امریکہ) میں منعقدہ ایک کانفرنس کے اندر بعض مستشرقین نے ایک سوال اٹھایا۔ اور یہ سوال مستشرقین اور اسلامیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے درمیان اکثر اٹھایا جاتا ہے۔ کہ دینِ اسلام جس کی طرف مسلمان غیر مسلموں کو دعوت دیتے ہیں، اس کے تعارف کے لئے وہ دنیا کے سامنے کن تعلیمات کو پیش کریں گے؟ آیا ان تعلیمات کو جنہیں سنّی حضرات اسلامی سمجھتے ہیں؟ یا ان تعلیمات کو جن کے اسلامی ہونے کا شیعہ دعویٰ کرتے ہیں؟ نیز شیعوں میں جو امامیہ کے فہم کے مطابق ہوں وہ پیش کی جائیں گی؟ یا وہ جو زیدیہ کے نزدیک اسلامی ہوں؟ پھر یہ سب فرقے آپس میں بھی بہت سے مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں، ان میں ایک طبقہ کسی مسئلہ میں یک گونہ ترقی پسندانہ نقطۂ نظر رکھتا ہے، تو دوسرا طبقہ بالکل قدامت پرست ہے، خلاصہ یہ کہ اسلام کے یہ داعی

Www.IslamicBooks.Website

مدعوین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں، کیونکہ وہ خود حیرت وتردّد میں مبتلا ہیں''۔(۱)

اسی طرح علامہ محمد سلطان معصومیؒ نے اپنے رسالہ ''ھدیّۃ السّلطان إلی مسلمی بلادیابان'' کے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ: مشرقِ اقصیٰ جاپان کے شہر ٹوکیو اور اوساکا کے مسلمانوں نے میرے پاس ایک سوال نامہ بھیجا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا:

''دینِ اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ مذہب کا کیا معنیٰ ہے؟ اور کیا ہر مشرّف بہ اسلام ہونے والے کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرے؟ یعنی مالکی یا حنفی یا شافعی وغیرہ بنے یا یہ ضروری نہیں ہے؟ استفسار کا سبب یہ ہے کہ یہاں اسی معاملہ کو لے کر بڑا اختلاف اور ایک انتہائی ناخوشگوار نزاع پیدا ہوگئی ہے، قصّہ یہ ہے کہ! چند روشن فکر جاپانی (بابونیا کے باشندے) دینِ اسلام میں داخل ہونے اور مشرّف بہ ایمان ہونے کے خواہش مند تھے، انہوں نے ٹوکیو کی ''جمعیۃ المسلمین'' کے مرکز میں جاکر ان کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا، تو وہاں پر موجود بہت سے ہندستانی مسلمانوں نے کہا: مناسب ہوگا کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اختیار کریں کیونکہ وہ سراج الأمت تھے، تو دوسری طرف وہاں موجود انڈونیشی مسلمانوں کا اصرار تھا کہ ان لوگوں کو شافعی ہونا چاہئے، جاپانیوں نے - جو اپنے دل میں دینِ توحید قبول کرنے کی تڑپ لے کر آئے تھے - جب یہ اختلاف دیکھا تو سخت تعجب اور فرطِ حیرت میں پڑ گئے، اور یہ تقلیدی مذاہب کا معاملہ ان کے اسلام قبول کرنے کی راہ میں حائل ہوگیا ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ''۔

---

(۱) اہلِ تقلید کے لئے اس سوال کا جواب گو مشکل ہو لیکن اہل حدیث کے لئے چنداں مشکل نہیں ہے وہ برملا کہہ سکتے ہیں۔

اصلِ دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن پس حدیثِ مصطفیٰ برجانِ مسلم داشتن

ہم ان تعلیمات کو پیش کریں گے جو قرآن وحدیث سے ماخوذ اور اُن کے موافق ہوں دیگر ہیچ - (مترجم)

Www.IslamicBooks.Website

تیسرا شبہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ: آپ لوگ جو سنّت کی اتباع کرنے اور ائمہ کرامؒ کے ان تمام اقوال کو جو خلافِ سنّت ہوں ترک کرنیکی دعوت دیتے ہیں، تو اس سے آپ کا منشا گویا یہ ہے کہ ائمہ کرامؒ کے اقوال کو بالکلیہ ترک کر دیا جائے، اور ان کے اجتہادات اور ان کی آراء سے کوئی استفادہ نہ کیا جائے۔

جواب:

میں کہتا ہوں: یہ خیال بالکل غلط ہے، اس کا حق وصواب سے دور کا بھی واسطہ نہیں، اور اس کا باطل ہونا بالکل ظاہر ہے، جیسا کہ گذشتہ بیانات سے یہ بات یکدم عیاں ہو جاتی ہے، ہماری دعوت تو بس یہ ہے کہ کسی امام کے مذہب کو دین نہ بنالیا جائے اور اس کو قرآن اور حدیث کا درجہ نہ دیا جائے، کہ فروعی مسائل میں اختلاف ونزاع کا معاملہ ہو یا جدید پیش آمدہ مسائل کے لئے استنباطِ احکام کا، تمام معاملات میں کتاب وسنّت کو چھوڑ کر اسی فقہی مذہب کی طرف رجوع کیا جائے، جیسا کہ آج کل کے نام نہاد فقہاء کر رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے اسی طریقہ پر یعنی ائمہ کے اقوال ومذاہب کا پابند بن کر پرسنل لا، نکاح، طلاق وغیرہ کے لئے جدید قوانین وضع کئے ہیں، اور اس سلسلہ میں کتاب وسنّت کی طرف رجوع کرنا چنداں ضروری نہیں سمجھا، کہ وہ خطاء وصواب اور حق وباطل کو پہچانتے..... انہوں نے یہ راہ اس لئے اختیار کی ہے کہ ان کے نزدیک ''اختلاف رحمت ہے'' ان کو ہمیشہ رخصتوں، سہولتوں اور مزعومہ مصلحتوں کی تلاش رہتی ہے، قرآن وحدیث کے موافق کیا ہے اور مخالف کیا؟ انہیں اس سے کوئی مطلب نہیں..... سلیمان تیمیؒ نے کتنی پتہ کی بات کہی ہے فرماتے ہیں: ''اگر تم علماء کی رخصتوں ہی کو لیتے پھرو گے تو بہت سارا شر جمع کر لو گے، علامہ ابن عبدالبرؒ یہ قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اس بارے میں علماءِ امّت کا اجماع ہے، اور کسی کے

Www.IslamicBooks.Website

بھی اختلاف کی مجھے خبر نہیں''۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۹۱، ۹۲)

ہم بھی اسی قسم کی تقلید کا انکار کرتے ہیں اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا انکار اجماع کے عین مطابق ہے، رہی یہ بات کہ ان اختلافی مسائل میں جن کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی نص موجود نہیں ہے، حق کی معرفت یا کتاب وسنّت کی توضیح کے لئے ائمہ کے اقوال وآراء کی طرف رجوع کیا جائے اور ان سے استفادہ و مدد حاصل کی جائے، تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے، بلکہ ہم بھی اس کا حکم اور اس کی ترغیب دیتے ہیں، کیونکہ اس سے ان لوگوں کو جو کتاب وسنّت سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں فائدہ ہوگا۔

طالبِ حق متّبعِ سنّت کے اوصاف:

علامہ ابن عبدالبرؒ ''جامع بیان العلوم وفضلہ'' (ج ۲ ص ۱۷۲) میں تحریر فرماتے ہیں: ''میرے بھائی! اصولِ شریعت کو حفظ کرنا اور ان سے پوری وابستگی رکھنا لازم سمجھو، اور یہ بات ذہن نشین کرلو کہ جس نے احادیثِ نبویہ اور قرآن کے منصوص احکام کو حفظ کرنے کا اہتمام کیا اور فقہاءِ کرام کے اقوال میں غور وفکر سے کام لیا، اور اسے اپنے اجتہاد میں معین (مددگار)، طرقِ فکر ونظر کی کلید (کنجی)، اور ایک سے زیادہ معانی کا احتمال رکھنے والی مجمل احادیث کی تفسیر قرار دیا، اور کسی امام کی تقلید اس طرح نہ کی جس طرح کہ سنّت کی اتباع ہر حال میں بلا چون وچرا اور بغیر کسی تردّد کے واجب ہوتی ہے، اور احادیث نبویہ کو حفظ کرنے اور ان میں غور وخوض کرنے سے۔ جن کا علماءِ کرام نے اپنے کو ہمیشہ پابند بنائے رکھا۔ خود کو بے نیاز نہیں سمجھا، بلکہ بحث وتفحص اور تفکّر وتدبّر کرنے میں ان کے نقوشِ قدم کی پیروی کی، اور ان کی سعی ومحنت اور افادات وتنبیہات اور ان کے حق وصواب کو۔ جو ان کے اقوال میں زیادہ ہیں۔ قدر وتحسین کی نگاہ سے دیکھا، لیکن انہیں لغزشوں سے مبرّیٰ بھی نہیں قرار دیا

Www.IslamicBooks.Website

جیسا کہ وہ خود بھی اپنے کو غلطیوں سے بری نہیں سمجھتے تھے، تو ایسا ہی شخص طالب صادق، سلفِ صالحینؒ کی تعلیمات کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے والا، خوش نصیب اور راہِ ہدایت کا متلاشی ہے، اور نبی ﷺ کی سنّت اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم أجمعین کے طریقہ کی پیروی کرنے والا ہے۔

اس کے برخلاف جس نے فکر ونظر سے گریز اور اوپر بیان کی ہوئی بات سے انحراف کیا، اور احادیثِ نبویہ کا اپنی آراء سے معارضہ (مقابلہ) کیا، اور چاہا کہ احادیثِ شریفہ کو اپنے مبلغِ علم کا تابع بنادے تو ایسا شخص ضالّ اور مضل (خود بھی گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا) ہے، اسی طرح جو مسطورہ بالا اصولوں سے ناواقف ہو اور بلا علم فتویٰ دینے بیٹھ جائے وہ اور زیادہ محرومِ بصیرت اور جادۂ حق سے بھٹکا ہوا ہے۔

فَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ مَابِهٖ خِفَاءٌ   فَدَعْنِیْ عَنْ بُنَیَّاتِ الطَّرِیْقِ

(یہی وہ حق ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں، پھر مجھے تم پگڈنڈیوں پر کیوں لے جا رہے ہو)

چوتھا شبہ:

بعض مقلدین کے یہاں ایک وہم بہت عام ہے، اور اُس کی بنا پر وہ ہر اس حدیث کی اتباع میں حیلہ بہانہ کرنے لگتے ہیں جس کے بارے میں انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کے امام کا مذہب اس حدیث کے خلاف ہے، وہ وہم یہ ہے کہ مقلدین اپنے طور پر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جو احادیث ان کے مسلک کے خلاف ہیں ان پر عمل کرنے کا لازمی مطلب امام صاحب کی تردید کرنا ہے، اور کسی امام کی تردید کرنا ان کی شان میں گستاخی اور ان کی توہین ہے، اور جب ایک عام مسلمان کی توہین وتحقیر جائز نہیں تو کسی امامِ ذیشان کی توہین اور اس کی شان میں گستاخی کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟

Www.IslamicBooks.Website

جواب:

یہ وہم بالکل بے بنیاد اور تفقہ فی السنۃ سے انحراف کا نتیجہ ہے، ورنہ کوئی مسلمان جو ذرا بھی سوجھ بوجھ رکھتا ہو یہ بات کیسے کہہ سکتا ہے؟ درآنحالیکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''جب حاکم (اور مجتہد ومفتی) اجتہاد سے فیصلہ کرے اور فیصلہ درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں، اور اگر اجتہاد خطا کر جائے تو ایک اجر ہے'' (۱)

اس حدیث سے وہم مذکور کی تردید اور یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جب کوئی یہ کہتا ہے کہ:

''فلاں امام نے خطا کی'' تو از روئے حدیثِ مذکورہ بلفظِ دیگر وہ یہ بھی کہتا ہے کہ: ''فلاں امام ایک اجر کا مستحق ہوا'' تو کیا کسی کو مستحقِ اجر سمجھنا اس کی تنقیص اور اس کی شان میں گستاخی ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا گمان رکھنے والا خود ایک باطل وہم میں مبتلا ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے ورنہ وہ خود شانِ مسلم کی توہین کا مرتکب ٹھہرے گا، اور کسی عام آدمی کی شان میں نہیں بلکہ اکابر ائمہ دینؒ، صحابہؓ وتابعینؒ اور مابعد کے مجتہدینؒ کی شان میں گستاخی کرنے والا قرار پائے گا، کیونکہ ثابت ہے کہ یہ اکابرؒ ایک دوسرے کی تردید وتغلیط کیا کرتے تھے، تو کیا کوئی صاحبِ عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس طرح یہ سلفِ صالحینؒ ایک دوسرے کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے؟..... بلکہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی ایک شخص کے خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں تغلیط کی اور فرمایا: أَصَبْتَ بَعْضاً وَ أَخْطَأْتَ بَعْضاً'' (۲) (کچھ صحیح بتایا، کچھ میں تم سے خطا ہوگئی) تو کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تحقیر کی تھی؟

مقلدین پر مذکورہ وہم کا ایسا عجیب اثر ہے کہ یہ انہیں حدیثِ نبوی پر عمل کرنے سے- اگر وہ

---

(۱) بخاری ومسلم- (ناشر)

(۲) بخاری ومسلم، اور اس قصہ اور اس کی تخریج کو ''الاحادیث الصحیحۃ'' حدیث نمبر ۱۲۱ میں دیکھیں (ناشر)

Www.IslamicBooks.Website

ان کے مذہب ومسلک کے خلاف ہو- روک دیتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک ان حدیثوں پر عمل کرنے سے جو ان کے مسلک کے خلاف ہیں ان کے امام کی شان میں طعنہ زنی لازم آتی ہے، ائمہ کا احترام وتعظیم ان کے یہاں تب ہے جب حدیثوں کی مخالفت کر کے ان کی تقلید کی جائے، اور وہ اسی مزعوم وموہوم طعنہ زنی سے بچنے کے لئے اماموں کی تقلید پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

Www.IslamicBooks.Website

تقلیدِ جامد پر اصرار سے

نبی ﷺ کی تنقیص لازم آتی ہے

مگر یہ مقلّدین بھول رہے ہیں- میں یہ نہیں کہوں گا کہ بھلا رہے ہیں- کہ یہ لوگ جس شر سے بچنا چاہتے تھے اس سے بڑے شر میں مبتلاء ہوگئے ہیں، یعنی بارش سے بھاگے پرنالے کے نیچے کھڑے ہوگئے، کیونکہ ان سے اگر کوئی کہے کہ: امام کی اتباع اگر اس کے احترام پر دلالت کرتی ہے اور اس کی مخالفت اس کی شان میں گستاخی پر، تو پھر آپ لوگوں نے اپنے لئے یہ کیسے جائز قرار دے لیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی خلاف ورزی کریں؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کر کے امام کی پیروی کریں اگر چہ کہ اس کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہو؟ حالانکہ نہ وہ معصوم ہے اور نہ اس کی تحقیر کفر ہے، باایں ہمہ امام کی مخالفت اگر ان کی توہین ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنا بدرجۂ اولی واظہر آپ کی توہین وتحقیر ہے، بلکہ یہ تو عین کفر ہے، اللہ بچائے۔

ظاہر ہے کہ یہ دلائل اتنے واضح ہیں کہ مقلّدین ان کا کوئی جواب نہیں دے سکتے، ہاں! وہ ایک بات کہیں گے- جسے وہ اکثر کہتے بھی رہتے ہیں- کہ ہمارے امام کو چونکہ حدیث کا علم ہم سے زیادہ تھا اس لئے ہم نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے حدیث کو ترک کر دیا ہے۔

ہمارے پاس اس نامعقول بات کے کئی جوابات ہیں، مگر ان سب کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے، ہم یہاں صرف ایک جواب پر اکتفا کریں گے جو انشاء اللہ تعالیٰ فیصلہ کن ثابت ہوگا، وہ جواب یہ ہے:

Www.IslamicBooks.Website

فیصلہ کن جواب

صرف تمہارے امام ہی تم سے زیادہ حدیث کے جاننے والے نہ تھے، بلکہ سینکڑوں ائمۂ عظامؒ ایسے گذرے ہیں جنہیں تم سے کہیں زیادہ حدیث وسنّت کا علم تھا، اس لئے اگر کوئی صحیح حدیث تمہارے مذہب کے خلاف ہو لیکن کسی دوسرے امام نے اس پر عمل کیا ہو تو ایسی صورت میں تمہارے لئے بھی اس حدیث پر عمل کرنا قطعی لازم ہوگا، اس لئے تمہارا مذکورہ حیلہ یہاں نہیں چل سکتا کیوں کہ آپ کا مخالف بطورِ معارضہ کہہ سکتا ہے:

"کہ جس امام نے اس حدیث کو قبول کیا ہے ہم نے اُسی پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث پر عمل کیا ہے، اس لئے کہ حدیث کی موافقت کرنے والے امام کی اتباع حدیث کی مخالفت کرنے والے امام کی اتباع سے بہتر ہے، یہ بات انشاءاللہ تعالیٰ اتنی واضح اور عیاں ہے کہ کسی پر مخفی نہیں رہ سکتی۔

Www.IslamicBooks.Website

اضافہ از مترجم (۱)

پانچواں شبہ:

بعض لوگ تقلیدِ شخصی (ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک ہی امام کی پیروی) کے ضروری ہونے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اگر بلا تعیین (کسی ایک امام کی تعیین کے بغیر کبھی کسی امام کی اور کبھی کسی امام کی) تقلید کی اجازت دے دی جائے تو لوگ مطلق العنان (بے لگام) ہو جائیں گے، ہر مذہب سے جو جو آسان آسان باتیں ہونگی ان کو اختیار کر لیں گے بلکہ حرام وحلال کی قید اٹھ جائے گی، (۲) ایک ہی چیز ایک وقت میں ایک شخص کے لئے حلال ہوگی اور وہی چیز دوسرے وقت میں اسی کے لئے حرام ہوگی، (۳) اور ممکن ہے کہ ہم سے ایسے اعمال صادر ہوں جو بالاتفاق ممنوع اور ناجائز ہیں۔ (۴)

---

(۱) اضافہ از مترجم تا آخر کتاب۔

(۲) ایک شخص جو ایک ایسا فعل کر رہا ہے جس کو امام ابوحنیفہؒ نے منع فرمایا ہے اور امام شافعیؒ نے اس کو جائز کہا ہے، اگر ہم بموافقتِ امام ابوحنیفہؒ اس کو اس فعل سے منع کریں گے تو وہ کہہ دے گا کہ امام شافعیؒ نے اس کو جائز کہا ہے۔

(۳) یعنی جس وقت اس امام کے قول کو لے گا جو اس چیز کو حلال کہتا ہے تو وہ اس کے لئے حلال ہوگی، اور جب اس امام کے قول کو لے گا جو اس کو حرام کہتا ہے تو اس وقت وہ اس کے لئے حرام ہوگی۔

(۴) مثلاً وضو ایسا کیا جو امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں، گو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہے، اور پھر اس سے نماز ایسی پڑھی جو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحیح نہیں گو امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے، تو ظاہر ہے وہ نماز باتفاقِ امام شافعیؒ و امام ابوحنیفہؒ فاسد اور غیر صحیح ہوئی

Www.IslamicBooks.Website

یہ اور اسی قسم کے اور بھی کئی وجوہ ہیں جن کو اہلِ تقلید تقلیدِ شخصی کے ضروری ہونے اور اپنے طرزِ عمل کو صحیح قرار دینے کے واسطے پیش کرتے ہیں، جو نکات بعد الوقوع سے کسی طرح زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

اس قسم کے دلائل پر تفصیلی اور بہت کافی بحث علامہ ابن القیمؒ نے ''إعلام الموقّعین'' اور علامہ شوکانیؒ نے ''القول المفید'' میں اور شیخ صالح فلانیؒ استاد شیخ محمد عابد سندھیؒ نے ''إیقاظ ھمم أولی الأبصار'' میں اور شیخ الکل فی الکل میاں صاحب سید نذیر حسین محدّث دھلویؒ نے ''معیار الحق'' میں اور مولانا محمد شاہ جہاں پوریؒ نے ''الإرشاد إلی سبیل الرّشاد فی أمر التّقلید والإجتھاد'' میں کی ہے رحمھم اللہ أجمعین، طالبِ حق کو ان کتابوں کی طرف ضرور مراجعت کرنی چاہئے، ہم ذیل میں صرف دو جواب ذکر کرتے ہیں جو ''الإرشاد'' سے ماخوذ ہیں، مولانا شاہجہانپوریؒ فرماتے ہیں:

پہلا جواب:

مذکورہ بالا اعتراضات میں سے حقیقت میں ہم پر کوئی بھی وارد نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ ہم عمل بالحدیث کے قائل ہیں نہ کہ تقلید کے، یہ اعتراضات اگر پڑ سکتے ہیں تو اسی پر پڑ سکتے ہیں جو تقلید کا قائل ہو، اور ہر مسئلہ میں امام کے قول کا متلاشی ہو اور پھر بلا تعیینِ مذہب کے عمل درآمد کرے (کچھ اِس مذہب پر کچھ اُس مذہب پر، کبھی اِس امام کے قول پر کبھی اُس امام کے قول پر) اور جو اہلِ حدیث اور غیر مقلّد ہوگا وہ ظاہر ہے یہ نہیں کرے گا، بلکہ اس کا طرزِ عمل یہ ہوگا اور ہوتا ہے کہ وہ فی الجملہ قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرے گا اور اسی کا پابند ہوگا، اس لئے وہ مطلق العنان (بے لگام) ہونے سے محفوظ رہے گا، اور ہمارا مسلک تو یہی ہے کہ وہی کام کرنا اور ہونا چاہئے جو قرآن اور حدیث کے موافق ہو یا قرآن اور حدیث کی رو سے راجح ثابت ہو، پھر خواہ وہ کسی امام کے

Www.IslamicBooks.Website

مطابق پڑے یا مخالف ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں، اور نہ اس سے کوئی غرض ہے کہ فلاں امام کے نزدیک یہ عمل صحیح ہوا یا نہیں، یا دو مختلف الرّائے اماموں میں سے کسی ایک کے نزدیک یا دونوں کے نزدیک درست ٹھہرایا نہیں، ہم کو مطلق العنان (ہر قسم کی پابندی سے آزاد) ہونے، اور آسان آسان باتوں کو تلاش کرنے، یا حلال وحرام کی قید اٹھ جانے، یا ایک وقت میں ایک شئی کے حلال ہونے اور دوسرے وقت میں اس کے حرام ہونے سے کیا تعلق؟ ہم کو تو جو قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا وہی ہمارا مسلک ہے مشکل ہو یا آسان، اور جب تک کسی دوسری دلیل سے اس کے خلاف ثابت نہ ہو جائے وہ کسی طرح بدل نہیں سکتا، پس مذکورہ بالا مفاسد کا ہمارے مسلک سے کوئی تعلق نہیں۔ (الارشاد ص ۷۰، ۷۱)

پھر بہت سے فقہاءِ مقلدین اور علماءِ اصول نے تو انتقالِ مذہب اور مذاہب کی رخصتوں اور آسان آسان باتوں کو لینے اور اس پر عمل کرنے کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ علامہ شامیؒ امام ابن الہمامؒ سے نقل کرتے ہیں:

فلو التزم مذهبا معيّنا، كأبي حنيفة أو الشّافعيّ، فقيل يلزم وقيل لا، وقيل مثل من لم يلتزم وهو الغالب على الظّنّ لعدم ما يوجبه شرعا.

(رد المحتار شرح در مختار جلد ۳ باب التعزیر)

یعنی اگر کوئی کسی خاص مذہب کو اپنے اوپر لازم کر لے جیسے مذہب حنفی یا مذہب شافعی، تو بعض کے نزدیک اس کی پابندی لازم ہوگی اور بعض کے نزدیک لازم نہیں ہوگی، بعض نے کہا! (کسی مذہب فقہی کا اپنے اوپر) لازم کرنا لازم نہ کرنے کی طرح ہے اور یہی راجح ہے، کیونکہ شریعت میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے جو التزامِ مذہب (تقلیدِ شخصی) کو واجب کرے۔

Www.IslamicBooks.Website

اور علامہ بحر العلومؒ "شرح مسلم الثبوت "میں فرماتے ہیں: "ہم نے جوذکر کیا کہ ایک مذہب پر جمار ہنا واجب نہیں اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ مذاہب کی آسان آسان باتیں لے لینا جائز ہے" امام ابن الہمامؒ "فتح القدیر شرح الھدایۃؒ میں لکھتے ہیں: "جولوگ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرنے کومنع کرتے ہیں تووہ غالباًاس وجہ سے منع کرتے ہیں کہ کوئی مذاہب کی رخصتوں کو نہ ڈھونڈے، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو تنگ کرنا ہے اور اس کا کوئی شرعی مانع بھی نہیں ہے، کیونکہ انسان کو اختیار ہے کہ گنجائش ہوتو جو آسان تر بات ہواس کو اختیار کرے"۔

دوسرا جواب:

مذکورہ شبہ کا دوسرا جواب یہ ہے کہ: قرونِ اولی صحابہؓ و تابعینؒ، اتباع تابعینؒ اور ائمہ دینؒ سے لیکر چوتھی صدی ہجری تک جب کہ تقلیدِ شخصی پر عمل درآمد نہیں تھا، ان سارے مزعومہ مفاسد کے تدارک کی کیا صورت تھی؟ یہ سارے نقصانات جو تقلیدِ شخصی نہ کرنے کی صورت میں دکھلائے جاتے ہیں کوئی ان میں کا ایسا نہیں جو اِس وقت پایا جاتا ہو اور خیر القرون میں نہ پایا جاسکتا ہو، پس جو صورت تدارک کی اُس وقت تھی وہی اب بھی ہوگی "لَنْ يَصْلُحَ آخِرُ هٰذَا الْقَوْمِ إِلَّا بِمَا صَلُحَ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ "بعد والوں کے لئے بھی خیر وفلاح کی صورت صرف وہی ہے جو پہلوں کے لئے تھی۔ (الارشاد ص ۱۷)

اور یہ سمجھنا کہ تقلیدِ شخصی سے غرض پرستی، آزاد خیالی وغیرہ مفاسد کی روک تھام ہوتی ہے نری خوش فہمی ہے، کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں غالب اکثریت اہلِ تقلید ہی کی ہے، اس کے باوجود ان کی زندگی میں جو آزاد خیالی، فساد اور تحریف، خرابیاں اور برائیاں پائی جارہی ہیں اور بڑھتی جارہی ہیں ان سے کون واقف نہیں؟ اور یہ کون کہہ سکتا ہے کہ ان برائیوں میں اہلِ تقلید ملوث نہیں،

Www.IslamicBooks.Website

ان لوگوں کو کس نے نہیں دیکھا جو باوجود تقلیدِ شخصی بڑی سختی سے کرنے کے ایسے ایسے عقائد رکھتے اور افعال کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

کسی بت کدہ میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

اصل یہ ہے کہ ان مفاسد کو تقلید یا عدمِ تقلید سے جوڑنا صحیح نہیں ہے، ان کے اسباب و وجوہ دوسرے ہیں، جو کہ مخفی نہیں ہیں۔ اصل سبب دینداری کا فقدان ہے، دین اسلام کی دعوے داری تو ہے لیکن دینداری نہیں رہی اللہ اور رسول کے ساتھ تعلق اور قرآن وسنت کے ساتھ تمسک کمزور ہو گیا۔

درحقیقت اللہ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دو ایسے رہنما ہیں جو ہر دور میں الحاد اور بے دینی کے سیلابوں اور گمراہی کی طغیانیوں میں بھی امت کی پوری طرح رہنمائی کر سکتے ہیں، اور ہر قسم کی ہلاکت وتباہی سے اسے بچا سکتے ہیں، تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ (مؤطا امام مالکؒ)

چھٹا شبہ:

ایک بڑا شبہ اور اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ غیر مقلدین جو تقلید سے منکر ہیں وہ بھی تو آخر کسی نہ کسی کی تقلید کرتے ہیں، کیونکہ جو ذی علم ہیں وہ بخاریؒ و مسلمؒ وغیرہ محدثین کی۔ جن سے وہ حدیث لیتے ہیں۔ تقلید کرتے ہیں، اور جو بے علم ہیں وہ اپنے زمانہ کے عالموں کے جن سے وہ مسئلہ دریافت کر کے عمل کرتے ہیں مقلد ہیں، غرض تقلید سے کوئی خالی نہیں۔

Www.IslamicBooks.Website

جواب:

یہ شبہ درحقیقت تقلید کی تعریف اور ماہیت سے ناواقفیت پر مبنی ہے، ورنہ اصولِ فقہ کی کتابوں میں یہ صاف لکھا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا اور آپ سے مروی روایات اور احادیث کو قبول کرنا، اسی طرح عامی اور ناواقف کا عالم ومفتی کی طرف رجوع کرنا اور فتویٰ لینا تقلید نہیں ہے، چنانچہ اصولِ فقہِ حنفی کی مشہور کتاب ''مسلّم الثّبوت'' کے الفاظ یہ ہیں:

لیس الرّجوع إلی الرّسول وإلی الإجماع، والعامی إلی المفتی، والقاضی إلی العدل، بتقلید.	امّت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ماننا اور اجماع کی طرف رجوع کرنا، اور عامی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا، اور قاضی کا گواہ کے بارے میں معدّلین (گواہ کی توثیق کرنے والوں) کی بات کو ماننا تقلید نہیں ہے۔

مولانا ابو یحییٰ شاہجہانپوریؒ نے ''الإرشاد إلی سبیل الرّشاد فی أمر التّقلید والاجتھاد'' میں مذکورہ بالا شبہ کا تفصیل سے جواب دیا ہے، میں اسے معمولی حذف وتغیّر کے ساتھ یہاں نقل کر دینا مناسب اور مفید خیال کرتا ہوں، مولانا فرماتے ہیں:

لفظِ تقلید کی تحقیق:

''یہ شبہ محض ایک غلط فہمی پر مبنی ہے، جو بات کوئی بطورِ نقل وحکایت کے بیان کرے اس کے ماننے کو اس کی تقلید نہیں کہا جاتا، تقلید اسی وقت ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص کوئی بات اپنے طور پر کہے اور بلا اس کی دلیل معلوم کئے اس کے بھروسہ پر اس کو تسلیم کیا جائے..... اور جو شخص کسی بات کا نقل کرنے والا ہو اور دوسرے سے اس کو روایت کرے تو وہ محض ایک واسطہ ہوتا ہے، اور اس بات کا

Www.IslamicBooks.Website

ماننے والا اس کا مقلّد نہیں کہلاتا بلکہ منقول عنہ (جس کی بات نقل کی جارہی ہے) کا اعتبار ہوتا ہے، چنانچہ دیکھو! وہ مسائل جو مذاہب اربعہ کی فقہ کی کتابوں مثلاً: الدرّ المختار، الھدایہ، المھذّب، المجموع، المدوّنۃ، المغنی وغیرہ میں مذکور ہیں اور علماءِ مذاہب اربعہ ان کتابوں سے مسائل کو لیتے اور عمل کرتے ہیں، باوجود اس کے وہ ان کتابوں کے مصنّفین کے مقلّد نہیں کہلاتے، بلکہ وہ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ) ہی کے مقلّد کہلاتے ہیں، جس کی وجہ یہی ہے کہ یہ مسائل دراصل ائمۂ اربعہؒ کے اقوال اور ان کے بتائے ہوئے ہیں اور یہ مصنّفین محض ایک واسطہ ہیں، اسی طرح عوام مقلّدین جو اپنے ہمعصر علماءِ مذاہب سے مسائل دریافت کر کے عمل کرتے ہیں تو یہ اُن علماء کے مقلّد نہیں کہلاتے بلکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ کے ہی مقلّد کہلاتے ہیں، جس کا سبب یہی ہے کہ یہ علماء ان مسائل کو اپنے طور پر نہیں کہتے بلکہ ائمہ کرامؒ کے اقوال کی حکایت و روایت کرتے ہیں۔

قبولِ روایت تقلید نہیں ہے:

پس اسی طرح محدّثینؒ نے جو احادیث جمع کیں اور لکھیں ان احادیث کا ان سے لینے والا ان کا مقلّد نہیں کہا جاسکتا، اس لئے کہ وہ احادیث ان کا قول نہیں ہیں، بلکہ وہ احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو وہ روایت کرتے ہیں، اور محدّثین اور دیگر رواۃِ حدیث محض ایک واسطہ ہیں جیسا کہ کتب فقہ کے مؤلّفین اور دیگر حنفی و شافعی علماء امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے قول کے نقل کے لئے محض ایک واسطہ ہیں، اور ان سے لینے والے ان کے مقلّد نہیں کہلاتے..... اس کے علاوہ اگر نقل و روایت کرنے والے کی روایت کردہ بات کو ماننے والا اس کا مقلّد کہلائے تو ماننا پڑے گا کہ ائمۂ اربعہؒ بھی مقلّد ٹھہرے، اس لئے کہ انہوں نے بھی تو احادیث آخر رواۃِ حدیث اور محدّثین ہی سے اخذ کی ہیں اور لی

Www.IslamicBooks.Website

ہیں، خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نہیں سنی ہیں، حالانکہ ان کا مقلّد ہونا تسلیم نہیں کیا جاتا، پس اہلِ حدیث محدّثین کی احادیث لینے سے ان کے مقلّد کیسے ٹھہرائے جاسکتے ہیں؟

علاوہ بریں اگر قبولِ روایت بھی تقلید ہے تو فیصلہ شد، کیونکہ اہلِ حدیث اور مقلّدین کا اس مسئلہ میں اختلاف تھا کہ آیا تقلیدِ شخصی (ایک ہی امام کی تقلید) واجب ہے یا نہیں؟ مقلّدین اس کے وجوب کے قائل ہیں اور اہلِ حدیث اس کے منکر ہیں، لیکن مقلّدین نے عملی طور پر ثابت کر دیا کہ وہ بھی تقلیدِ شخصی نہیں کرتے، اس لئے کہ مثلاً علماءِ حنفیہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے علاوہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ محدّثینؒ کی روایات بھی تو مانتے اور قبول کرتے ہیں حالانکہ بقول ان کے قبولِ روایات اور تقلید میں کوئی فرق نہیں، چنانچہ وہ اسی بنا پر اہلِ حدیث کو ائمۂ حدیث کے مقلّد سمجھتے ہیں، تو پھر تقلیدِ شخصی کہاں رہی؟ بلکہ مقلّدین نے بھی کئی ایک اماموں کی روایات قبول کر کے تقلیدِ شخصی سے علیحدگی کا ثبوت دے دیا، فافہم۔

(ماخوذ از ''اہلحدیث کا مذہب'' ص ۶۷)

اسی طرح محدّثینؒ نے جو رواۃِ حدیث کی جرح وتعدیل کی تو بیشتر ان کے حالات مشاہدہ وغیرہ کے ذریعہ سے حکایت کئے، جیسا کہ شاہد (گواہ) کسی بات کی حکایت کرتا اور شہادت دیتا ہے تو جس طرح شاہد کی بات کا ماننا تقلید میں داخل نہیں، اسی طرح جرح وتعدیل کا ماننا بھی تقلید میں شامل نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح محدّثینؒ نے جن احادیث کی تصحیح وتضعیف کی عموماً اس کے ساتھ ہی اس کے وجوہ ودلائل بھی بیان کر دیئے، اگر یہ بحث صفاتِ رواۃ کے لحاظ سے تھی تو اس کو کھول دیا، اور اگر عللِ خفیہ کی بنا پر تھی تو بیشتر ان کو جو کچھ کھٹکا بیان کر دیا الغرض دعوے کو دلیل کے ساتھ بیان کیا، پس اس کا ماننا بھی تقلید نہیں کیونکہ تقلید بات کے بلا دلیل مان لینے کا نام ہے۔

Www.IslamicBooks.Website

اہلِ حدیث کسی کے مقلّد نہیں:

الحاصل علماءِ اہلِ حدیث محدّثینؒ سے جو احادیث لیتے ہیں تو وہ اُن کے مقلّد نہیں ہیں، کیونکہ محدّثینؒ اور رواۃِ حدیث تو محض واسطہ ہیں، اور منقول عنہ (جس کی بات نقل کی جارہی ہے) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے قول و فعل اور تقریر کے ماننے کا نام تقلید ہے ہی نہیں، رہے عوام اہلِ حدیث تو ان کی حالت یہ ہے کہ جب کوئی عامی کسی اہلِ حدیث عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا ہے تو وہ اس کے جواب میں وہ حدیث جو اس بارے میں آئی ہے روایت کردیتا اور سمجھا دیتا ہے (چنانچہ اہلِ حدیث میں عموماً یہی دستور ہے) تو ظاہر ہے کہ وہ عامی کسی کا مقلّد نہیں ہوا، یہ بتانے والا ایک راوی ہے جس نے قولِ شارع کو روایت کردیا اور روایت کو تسلیم کرلینا داخلِ تقلید نہیں ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے، اگر وہ مسئلہ جو کسی عامی اہلِ حدیث نے دریافت کیا ہے کسی صریح آیت یا حدیث میں وارد نہیں ہوا ہے، یا اس بتانے والے عالم کو اس مسئلہ کی بابت صریح آیت یا حدیث معلوم نہ تھی اور اس نے استنباط کر کے بتایا اور وجہِ استنباط بھی بیان کردی، خواہ وہ استنباط اسی کا ہو یا کسی مجتہد کا، تب بھی وہ عامی اس عالم کا مقلّد نہیں کہلائے گا، اس لئے کہ اس نے اپنا عندیہ یا کسی دوسرے کا بیان بلا دلیل نہیں تسلیم کرایا، علماءِ اہلِ حدیث کا مسائل بتانے میں اکثر یہی طریقہ ہے کہ دلیل بھی ساتھ بیان کردیتے ہیں اور سلفؒ کے مذاہب بھی"۔

پھر فقہاءؒ کی یہ تصریح بھی پیشِ نظر رہے کہ "عامی بے علم کا عالم اور مفتی کی طرف رجوع کرنا اور مسئلہ پوچھنا اور اس پر عمل کرنا تقلید نہیں ہے" نیز فقہاءؒ نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ "عامی بے علم کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اس کا مذہب وہی ہے جو اس کے مفتی کا ہے، ایک عامی اپنے آپ کو حنفی یا شافعی کہے تو اس سے وہ حنفی یا شافعی نہیں ہوتا"۔ ("ردالمحتار" ج ۳ ص ۱۹۶)

"بہر حال اہلِ حدیث پر تقلید سے خالی نہ ہونے کا الزام محض ایک غلطی ہے، اور اگر کوئی

Www.IslamicBooks.Website

صورت ایسی بھی پیدا ہو جس سے کسی اہلِ حدیث کے عمل پر کسی مسئلہ میں تقلید صادق آسکے تاہم ان کی تقلید ان مقلدین کی سی تقلید نہیں، ان کو اس عالم کا جس سے وہ مسئلہ دریافت کرتے ہیں رائے وعندیہ دریافت طلب نہیں ہوتا، چنانچہ وہ اسی کے قول وعندیہ کی ہر وقت اور ہر موقع پر تلاش نہیں کرتے، ان کا مقصود تو صرف قرآن وحدیث کی تلاش ہے چاہے جس عالم سے مل جائے، اور پھر جس عالم سے زیادہ دریافت کیا اگر کوئی دوسرا مستند عالم اس کے خلاف قرآن وحدیث سے ثابت کردے تو اس کے قبول کرنے میں ان کو کوئی عذر نہیں۔

مقلدین کو اپنے ہی امام کے عندیہ اور مذہب کی تلاش رہتی ہے:

برخلاف مقلدین کے کہ ان کو ہر معاملہ میں اپنے ہی امام کے عندیہ اور مذہب کی تلاش رہتی ہے، جب کسی مسئلہ کی ضرورت ہوتی ہے یہی جستجو ہوتی ہے، پھر جو ان کا مذہب معلوم ہو جائے اسی پر اصرار ہے، دوسرے ائمۂ امت کے اقوال اس کے مقابلہ میں ہیچ اور ناقابلِ التفات ہیں، حالانکہ وہ اس کی کوئی وجہ نہیں بتا سکتے کہ ہر شخص کے لئے اس کے امام کا مذہب جس کو اس نے خود یا اس کے باپ دادا نے اپنایا ہے کیسے شرعِ محمدی قرار پا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مجتہدینِ امتِ محمدیہ کے فتاوے اس کے حق میں کیوں مہمل اور بے کار ٹھہر گئے۔ (''الاقتصاد'' ۲۴۳/۲۴۲)

حق دائر ہے:

اہلِ تقلید ہر مسلمان کے ذمہ یہ لازم قرار دیتے ہیں کہ وہ مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک کو خصوصیت کے ساتھ پکڑ لے، مگر پھر وہ ایک دوسرے کے مسائل کا رد بھی کرتے رہتے ہیں، اگر

Www.IslamicBooks.Website

مذاہب اربعہ میں سے ہر ایک کے تمام مسائل حق ہوتے تو آپس میں یہ ردّ وکد نہ ہوتی، اور اگر مذاہب اربعہ کے تمام مسائل حق نہیں ہیں بلکہ حق دائر (یعنی کسی مسئلہ میں کسی کے ساتھ اور کسی مسئلہ میں کسی کے ساتھ) ہے اور اصل میں حق ایک ہی ہے، تو آنکھ میچ کر تمام مسائل میں کسی کے پیچھے ہو رہنے کی اور باوجود قدرتِ تحقیق کے تحقیق نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایک حقیقت پسندانہ تحریر

تقلید شخصی کہ عوام میں شائع ہو رہی ہے اور وہ اس کو علماً اور عملاً اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ تارک تقلید سے گو کہ اس کے تمام عقائد موافق کتاب وسنت کے ہوں اس قدر بغض و نفرت رکھتے ہیں کہ تارکین صلوٰۃ، فساق وفجار سے بھی نہیں رکھتے اور خواص کا عمل وفتویٰ وجوب اس کا موید ہے گو خود اُن کو علی سبیل الغرض اتنا غلو نہ ہو اور دلیل ثبوت اس کی یہ مشہور ہے کہ ترک تقلید سے مخاصمت ومنازعت ہوتی ہے جو کہ ممنوع ہے سو مودی الی الممنوع ممنوع ہوگا پس اس کی ضد واجب ہوگی مگر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ اختلاف آراءِ علماء وکثرتِ روایات (یعنی اقوال ائمہ) مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں مخاصمت ومنازعت واقع ہے اور غیر مقلدین میں بھی اتفاق واتحاد پایا جاتا ہے۔ غرض اتفاق واختلاف دونوں جگہ ہے، اور مفاسد کا ترتب یہ کہ اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قولِ مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے ان کے قلب میں انشراح وانبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اُس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں۔ دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کر لیں۔ اور قرون ثلثہ میں اس کا (تقلید کا) شیوع بھی نہ ہوا تھا بلکہ کیفما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کر لیا اگرچہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس متحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ

Www.IslamicBooks.Website

چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائر و منحصران چار میں ہے مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اہل ظاہر (غیر مقلد) ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوئی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جاوے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا۔ (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۳۱)

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے یہ تحریر اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں تقلید شخصی وغیرہ سے متعلق بعض اشکالات کے بارے میں استفسار کے طور پر لکھی تھی، مولانا گنگوہیؒ نے جواب میں تقلید شخصی اختیار کرنے کی مزعومہ ضرورت و مصلحت تو بیان فرمائی، لیکن اہل تقلید کے مذکورہ طرز عمل، تقلید میں غلو و افراط، اور باوجود تقلید بھی اہل تقلید، کیا عوام کیا خواص میں منازعت و مخاصمت وغیرہ مفاسد کے بارے میں مولانا تھانوی نے اپنا جو مبنی بر حقیقت مشاہدہ و جائزہ پیش کیا تھا مولانا گنگوہیؒ کے جواب میں اس کا انکار یا اس پر کوئی تبصرہ نہیں ہے۔

☆☆☆

Www.IslamicBooks.Website

مسلک سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

ہماری بعض اہم

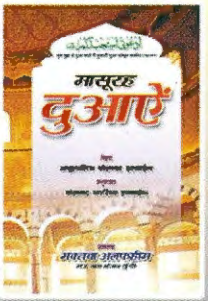

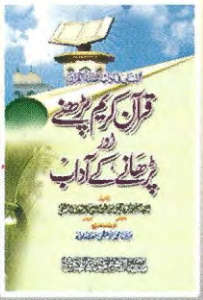

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

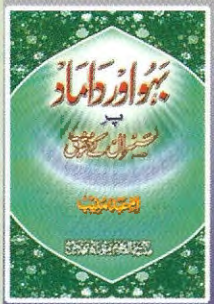

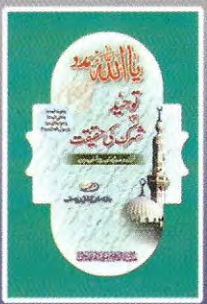

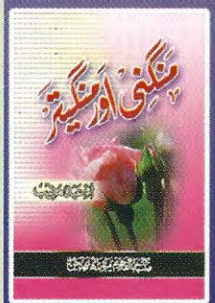

- جاذبِ نظر سرورق
- نفیس کاغذ
- عمدہ طباعت
- معیاری جلد بندی
- مناسب قیمت

MAKTABA AL-FAHEEM

1st Floor Raihan Market,Dhobia Imli Road
Sadar Chawk,Mau Nath Bhanjan-275101 (U.P.)
Ph.(S) (0547) 2222013 (R) 2520197 (M) 9336010224

PRINT ART DELHI Ph. & Fax : 23634222

Rs.50.00

Www.IslamicBooks.Website